پروفیسر محمد رفیق ضیا قادری مدظلہ

رضا اکیڈیمی
رجسٹرڈ لاہور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

عصر حاضر کے مسائل کا حل

سیرت طیّبہ کی روشنی میں

..... مصنفہ .....

پروفیسر محمد رفیق ضیاء قادری

(صدر شعبہ اسلامیات)

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) مسجد رضا، چاہ میراں، لاہور۔

سلسلہ کتب نمبر ۱۰۷

نام	....	عصر حاضر کے مسائل کا حل
	....	سیرت طیبہ کی روشنی میں
تحریر	....	پروفیسر محمد رفیق ضیاء قادری
صفحات	....	
کمپوزنگ	....	ایم یو کمپوزنگ سنٹر' ہجویری
	....	مارکیٹ ۱۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور۔
تعداد	....	
اشاعت	....	۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء
ناشر	....	رضا اکیڈمی لاہور۔
ہدیہ	....	برائے معاونین

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ... روپے کے ٹکٹ ارسال کریں

☆..... ملنے کا پتہ .....☆

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) مسجد رضا' محبوب روڈ چاہ میراں' لاہور۔ پاکستان

باب اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ○ الصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین ○ وعلی اٰلہ الطیّبین الطاھرین ○ وعلی عباد اللہ الصلحین ○ امابعد

”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“

فاق النبیین فی خلق و فی خلق　　　　ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

” آپ ﷺ صورت اور سیرت میں تمام انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں اور علم ہو یا کرم کسی میں بھی کوئی بھی آپ ﷺ کی برابری کو نہ پہنچا“

(قصیدہ بردہ)

سیرت کی تعریف

یہ لفظ سار کا اسم ہے۔ اس کے لغوی معنی عادت، طریقہ، خصلت، خو، ہیئت، عزت اور ناموس کے ہیں۔ سیرۃ الرجل، سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت و طرز زندگی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ وھو حسن السیرۃ ”وہ اچھی عادت والا ہے“ من طابت سریرتہ حمدت سیرتہ۔ ای من طابت نیتہ حمد سلوکہ، یعنی جس کا

باطن اچھا ہوتا ہے اس کی عادت بھی اچھی ہوتی ہے۔

اصلاحی مفہوم

پہلے سیرت کا لفظ عام لوگوں کے حالات زندگی پر بولا جاتا رہا' پھر اب یہ لفظ صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی' افکار' واقعات' ارشادات اور تعلیمات کے مجموعہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے سیرت کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے "جو کچھ ہمارے پیغمبر' صحابہ کرام کے مبارک وجود کے ساتھ متعلق ہو۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے وصال تک واقعات پر مشتمل ہو اسے سیرت کہتے ہیں۔

سیرۃ طیبہ کی وسعت

سید الانبیاء فخر ہردوسرا' صاحب قاب قوسین اوادنیٰ' احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اپنی ظاہری و باطنی پہنائیوں اور وسعتوں کے اعتبار سے کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ ایک عالمگیر آفاقی بین الاقوامی اور بین الکائناتی سیرت ہے۔ جو کسی شخص واحد کا دستور حیات و صحیفہ اعمال نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لئے ایک کامل و مکمل اور جامع مانع دستور حیات ہے۔ تمام کائنات کے لئے ایک اعلیٰ ترین و افضل ترین اسوۂ حسنہ ہے۔ جوں جوں زمانہ اپنے ارتقائی ادوار عبور کرتا جائے گا اور مسائل و مصائب' مشکلات و معائب کی بہتات ہوتی جائے گی اسی حد تک حیات انسانی کی استواری و اصلاح' درستگی و پختگی کے لئے آپ ﷺ کی ہی سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی جائے گی۔

جس قدر زمانہ ترقی کرتا جائے گا اور جس قدر بھی مسائل پیدا ہوتے رہیں گے اسی قدر یہ ارتقائی سیرت اور اس کے تدین گوشے اصلاح و تقویم کی خاطر شاخ در شاخ ہو کر نمایاں ہوتے رہیں گے۔ جس طرح عہد زرین رسالتماب ﷺ سے لے کر اب تک مدنی' معاشی' سیاسی' معاشرتی اور اخلاقی' شخصی' اجتماعی' قومی و بین الاقوامی' بلکہ تمام کائناتی ترقی کے ساتھ ساتھ نمایاں ہوتے رہے اور ان میں امن و سکون' اطمینان و امتنان کی روح پھونکتے رہے ہیں اور قیامت تک کائنات کے ذرے ذرے کے لئے یہ رحمت کا سرچشمہ' آب حیوان' زمانے بھر کے ستائے ہوئے مردہ جسموں کو حیات نو بخشنے کا باعث بنتے رہیں گے۔

شرعی توجیہ

رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی وسعت کو خود قرآن پاک میں اجاگر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے وانک لعلی خلق عظیم "اور بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔" نیز فرمایا وکان فضل اللہ علیک عظیماً "اور تم پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔" ادھر تمام دنیا کے مال و متاع کے متعلق فرمایا قل متاع الدنیا قلیل "تم فرما دو کہ دنیا کا سامان نہایت قلیل ہے۔" اس قلیل کی گنتی کے متعلق ارشاد ہوا ان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا "اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے۔" لہٰذا ثابت ہوا کہ جب دنیا کا کوئی انسان یا کوئی اور مخلوق یا کوئی کمپیوٹر وغیرہ اس قلیل دنیا کی گنتی و شمار بھی نہیں کر سکتا تو جس کو رب

عظیم فرمائے اس کی گنتی و شمار کون کر سکتا ہے۔

عظیم کے معنی

عظیم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ادراک احاطہ انسانی سے باہر ہو' اگر وہ چیز محسوسات میں سے ہے تو اس کے عظیم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ انسانی آنکھ اسے مکمل طور پر نہیں دیکھ سکتی۔ اور اگر وہ چیز معقولات سے ہے تو اس کے عظیم ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ اگر وہ چیز تصورات سے ہے تو اس کے عظیم ہونے کا معنی یہ ہے کہ انسانی تصور اس کا احاطہ کرنے سے عاجز و خاسر ہے۔ پھر ہر چیز و ہر مخلوق کے لئے عظیم ہونا ان کے حواس عقول و تصورات کے احاطہ ادراک کے مطابق الگ الگ ہو گا مثلاً ایک چیونٹی کے لئے بہت چھوٹی چیز بھی عظیم ہو گی۔ لیکن انسان کے لئے چیونٹی کی عظیم چیز بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ پھر حواس انسانی کے لئے جو چیز عظیم ہے وہ روح انسانی کے لئے کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتی۔ پھر روح انسانی کے لئے جو چیز عظیم ہے ہو سکتا ہے کہ رب کی نورانی مخلوق کے لئے وہ چیز نہایت قلیل ہو اور پھر جو چیز عام فرشتوں کے لئے عظیم ہے' ہو سکتا ہے کہ وہ ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین و جبریل امین کے لئے نہایت قلیل ہو' علی حسب قیاس جو چیز ان ہستیوں کے لئے عظیم ہے وہ ہو سکتا ہے کہ ممدوح اولین و آخرین' صاحب کوثر و تسنیم مبعوث مقام محمود فی یوم عظیم' سید الانبیاء والمرسلین رحمتہ اللعالمین کے لئے وہ نہایت قلیل ہو۔ اور جو آپ کا اور ساری کائنات کا رب ہے جس کے سامنے ساری کائنات معدوم تھی پھر اس کے

حکم و حکمت سے عدم سے وجود میں آئی۔ جب وہی فرمائے کہ تم پر میرا فضل عظیم ہے اور تم عظیم خلق و سیرت کے مالک ہو تو اس سیرت عظیمہ کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اس لئے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

"حقیقت آن است کہ ہیچ فہم وہیچ قیاس بحقیقت مقام آنحضرت و کنہ حال وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چنانچہ ہست نرسد وہیچ کس اورا چنانکہ ہست جز خدا نشناسد۔ چنانکہ خدارا چوں وے ہیچ کس نہ شناخت و ہرکہ در درک حقیقت آں تکلم کرد گویا دعوائے علم متشابہات کرد وما یعلم تاویلہ الا اللہ (مدارج النبوۃ)

ترجمہ : حقیقت یہ ہے کہ کوئی فہم و قیاس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نفس الامر حال اور مقام کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اسے کماحقہ نہیں پہچانتا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی طرح کسی نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا' جو شخص اس حقیقت کے دریافت کرنے کی بات کرتا ہے وہ متشابہات کے جاننے کا دعویدار ہے حالانکہ متشابہات کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔"

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال اور مقام کی حقیقت تک بھی انسان کی رسائی نہیں ہے تو حقیقت محمدیہ' اخلاق عظیم و

سیرۃ کمالیہ کی تہ تک کون پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے تمام صحابہ کرام سے مقرب ترین افضل البشر بعد الانبیاء کو ارشاد فرمایا یا ابابکر والذین بعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی (مطالع المسرات) "اے ابوبکر! اس ذات اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا مجھے میرے رب کے سوا حقیقتاً کسی نے نہ جانا۔"

نکات آیت مذکورہ

(i) آیت مذکورہ یعنی وانک لعلی خلق عظیم میں ایک لطیف نکتہ تو یہ ہے کہ لفظ "علی" استعلاء یعنی بلندی کے لئے آتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے زید علی السقف کہ زید چھت پر ہے۔ یعنی چھت نیچے اور زید اس کے اوپر ہے۔ تو انک لعلی خلق عظیم کا مفاد یہ ہوا کہ اے حبیب تمہیں اخلاق جمیلہ پر ہر طرح کا تسلط حاصل ہے اور تمہیں اخلاق کی طرف وہ نسبت ہے جو آقا کی غلام کی طرف اور بادشاہ کی رعایا کی طرف ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

(ii) دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ (خلق) مفرد لایا گیا اور اسے عظمت سے موصوف کیا گیا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلق (سیرت) انبیاء سابقین کے خصوصی خلق کاملہ کا جامع ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا شکر، حضرت ابراھیم علیہ السلام کی خلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اخلاص، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وعدے کی

سچائی، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب کا صبر، حضرت داؤد کی دربار الٰہی میں معذرت خواہی، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تواضع غرض یہ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق و شمائل اپنے تمام تر کمال کے ساتھ جس ہستی میں مجتمع ہیں وہ ساری کائنات کے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ (تفسیر روح البیان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔" حضرت امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ اس ہدایت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے کیونکہ معرفت الٰہی میں کسی کی تقلید کرنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شایان شان نہیں۔ اس سے سابقہ شرائع بھی مراد نہیں ہیں کیونکہ آپ کی شریعت نے سابقہ شرائع کو منسوخ کر دیا ہے بلکہ زمانہ میں مؤخر ہونے کے سبب انبیاء کرام کے ان اوصاف و محامد میں پیروی کا حکم دیا گیا ہے جو ان کے دیگر اوصاف میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو اعلیٰ و ارفع اوصاف دیگر انبیاء کرام میں فرداً" فرداً" پائے جاتے تھے وہ سب کے سب مجموعی طور پر حبیب خدا ﷺ میں موجود ہیں۔ اس آیت نے سیرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان گوشوں تک بھی پہنچا دیا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام برگزیدہ ہستیوں پر محیط ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس کا ترجمہ عربی میں ہے......

لکل نبی فی الانام فضیلة
وجملتها مجموعة لمحمد

"کہ ہر نبی کے لئے ایک امتیازی فضیلت ہے اور وہ تمام فضیلتیں نبی اکرم ﷺ میں جمع کر دی گئی ہیں۔"

بلکہ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں ۔

ہر رتبہ کہ بود درامکان بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

ترجمہ : عالم امکان میں جو بھی مرتبہ تھا وہ آپ ﷺ پر ختم ہے۔ اور خزانہ الٰہی میں جو بھی نعمت تھی وہ آپ ﷺ پر مکمل ہو گئی۔

تفاسیر خلق عظیم

مختلف حضرات نے اس آیت میں بیان کردہ خلق عظیم کی اپنے اپنے ذوق کے مطابق تفاسیر کی ہیں یعنی آپ ﷺ کی سیرت پاک کے مختلف گوشوں کو وا کیا گیا ہے چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ مظہر عظیم : علامہ اسمٰعیل حقی اپنی مشہور و معروف تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں " آپ ﷺ کا خلق عظیم ہے کیونکہ آپ ﷺ عظیم ذات کے مظہر ہیں اس لئے عظیم کا خلق بھی عظیم ہے۔"

۲۔ تجلی انوار : تفسیر روح البیان میں حضرت حسین نوری فرماتے ہیں۔ "نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم کیوں نہ ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر پر اپنے اخلاق کریمہ کے انوار کی تجلی فرمائی ہے۔"

۳۔ فیاض دو عالم : حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ کے خلق کو اس لئے عظیم قرار دیا گیا کہ آپ ﷺ کے فیض وجود سے دنیا اور آخرت مستفیض ہیں۔" جیسا کہ علامہ شرف الدین بوصیری اپنے قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا
ومن علومک علم اللوح والقلم

ترجمہ : "بے شک دنیا و آخرت آپ ﷺ کے جود و کرم کا ایک حصہ ہے اور لوح و قلم آپ ﷺ کے علم کا بعض ہے۔"

۴۔ تکمیل اخلاق : حدیث پاک ہے انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق "مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔" چنانچہ وہ عظمتیں و شرافتیں جو پہلے انبیاء کرام کو عطا فرمائی گئیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کی تکمیل فرمائی اس لئے آپ ﷺ کے خلق کو ہی عظیم فرمایا گیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

۵۔ وضاحت جبریل : حدیث مقدسہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل امین

سے اس کی وضاحت چاہی تو انہوں نے فرمایا :

اوتیت مکارم الاخلاق ان تصل من قطعک و تعطی من حرمک و تعفو عمن ظلمک : کہ آپ کو بہترین اخلاق عطا کئے گئے ہیں تاکہ جو آپ سے قطع تعلق کرے اسے اپنے ساتھ ملائیں' جو آپ کو نہ دے اسے آپ عطا فرمائیں اور جو آپ پر ظلم کرے آپ اسے معاف فرما دیں۔

۶ - حکم الٰہی : خلق عظیم یہ ہے جس کی تعلیم رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس آیت میں فرمائی ہے۔

خذالعفو و امربالعرف و اعرض عن الجاھلین

"درگذر کی عادت اپنائیں' نیکی کا حکم دیں' اور جاہلوں کو منہ نہ لگائیں۔"

رب تعالیٰ خود کریم اور وہ اپنے حبیب کو بھی کرم کرنے کا حکم دیتا ہے یہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔

اے خدا تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

۷ - واصل خالق و مخلوق : آپ ﷺ کا خلق عظیم یہ ہے کہ بظاہر آپ ﷺ مخلوق کے ساتھ مشغول ہوتے اور باطن میں ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ و ذکر الٰہی میں مشغول رہتے' یہ امر نہایت ہی دشوار ہے کیونکہ ایک طرف متوجہ رہنا تو بہت آسان ہے لیکن بیک وقت دونوں طرف متوجہ رہنا اور دو طرفہ حقوق کامل ترین طور پر ادا کرنا آپ کا ہی حصہ ہے۔

۸- **قرآن :** سب سے اعلیٰ و ارفع تفسیر وہ ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمائی۔ حضرت سعد بن ہشام فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیے انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا پڑھتا ہوں، انہوں نے فرمایا:
فان خلق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن (مسلم)
"بیشک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن ہے۔"

۹- **سورۂ مومنون :** دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام المومنین نے پوچھا کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قدافلح المومنون .... یعنی سورہ مومنون کی ابتدائی دس آیات پڑھو یہ آپ ﷺ کا اخلاق ہے۔ (تفسیر روح البیان) ان آیات میں اخلاق قلبیہ کی بنیاد ایمان کو، اخلاق بدنیہ کا ستون نماز کو، اور اخلاق مالیہ کے رکن زکوٰۃ کو اور ایسے دیگر اہم امور بیان فرمائے گئے ہیں۔

مطالب عشرہ

ایک روایت میں حضرت ام المومنین کا جواب یہ تھا کان خلقہ القرآن (تفسیر عزیزی) آپ کے اس فصیح و بلیغ جواب کے اہل علم نے مندرجہ ذیل مطلب بیان فرمائے ہیں۔

۱- **طبعی :** اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو قرآن مجید میں پسندیدہ قرار دیا ہے وہ آپ سے طبعی طور پر صادر ہوتی تھیں اور جس کو ناپسند قرار دیا

ہے اس سے آپ کو طبعی نفرت تھی۔

یعنی اگر تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عظیم کا خاکہ کتابی صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو قرآن پاک کو دیکھ لو اور اگر قرآن پاک کی چلتی پھرتی متحرک تفسیر دیکھنا چاہتے ہو تو آپ ﷺ کی سیرت اور اخلاق کو دیکھ لو۔

۲۔ زیارت رسول ﷺ : بعض اکابرین نے فرمایا کہ جس نے آپ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا اور اسے آپ کی زیارت کا شوق ہے تو وہ قرآن کریم کی زیارت کر لے کیونکہ قرآن پاک کی زیارت اور آپ ﷺ کے دیدار میں فرق نہیں ہے۔ گویا قرآن کریم اس ذات مقدس کا عکس ہے جس کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہے۔

۳۔ قرآن مجسم : تاویلات نجمیہ میں ہے: آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے بلکہ آپ ﷺ ہی قرآن ہیں جیسا کہ ایک عارف نے آپ کی زبان سے کہا:

انا القرآن والسبع المثانی
و روح الروح لاروح الاوانی

(تفسیر روح البیان)

" میں ہی قرآن اور سبع مثانی (سورہ فاتحہ) ہوں اور میں ہی روح کی روح ہوں نہ کہ روح جسم۔" (تفسیر روح البیان).

۴۔ اخلاق الٰہیہ : علامہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ

میں فرماتے ہیں کہ حضرت جناب ام المومنین یہ کہنا چاہتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اخلاق الٰہیہ سے متصف ہیں لیکن عظمت باری تعالیٰ کے احترام کے پیش نظر یوں فرمایا کان خلقه القرآن یہ انداز بیان حضرت ام المومنین کی انتہائی زیرکی و کمال ادب کی دلیل ہے اور یہ معنی عظمت اخلاق کے زیادہ مناسب ہیں۔ (بحوالہ عوارف المعارف)

۵ ۔ انوار غیر متناہی : بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ جس طرح قرآن پاک کے معانی غیر متناہی و غیر محدود ہیں اسی طرح اخلاق عظیم اور اوصاف فاضلہ کے آثار و انوار، فیوض و برکات بھی غیر متناہی ہیں۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر علوم و معارف القاء فرماتا رہتا ہے اور آپ ﷺ کے اخلاق حسین سے حسین تر انداز میں جلوہ گر ہوتے ہیں اس لئے آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کی جزئیات کا احاطہ کرنا قدرت انسانی سے باہر ہے اور عادۃً محال ہے (مدارج) چنانچہ فرمایا:

فان فضل رسول اللہ لیس له
حد فیعرب عنه ناطق بفم

ترجمہ : "پس اللہ کے رسول کی فضیلتوں کی کوئی حد نہیں ۔ پس کوئی بولنے والی زبان اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ (قصیدہ بردہ)

۶ ۔ حقیقت مستورہ : علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید آیات متشابہات پر مشتمل ہے جن کی یقینی تاویل اس دنیا میں نہیں ہو سکتی۔ اسی

طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال شریفہ (سیرت طیبہ) کی حقیقت ہمارے بس سے باہر ہے۔ (مدارج النبوۃ)

فھو الذی تم معناہ وصورتہ
ثم اصطفاہ حبیبًا باری النسم

(قصیدہ بردہ)

پس آپ ﷺ پر رب تعالیٰ نے تمام باطنی و ظاہری کمالات ختم فرما دیئے پھر خالق کائنات نے آپ ﷺ کو اپنا حبیب چن لیا۔

۷۔ **عجائب لاتناھی** : اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کے متعلق فرمایا ہے ولا تنقضی عجائبہ ولا یغلق عن کثرۃ الرد "کہ اس کے عجائبات نہ ختم ہونے والے ہیں اور نہ مسلسل تکرار سے پرانے ہوں گے۔" اس سے یہ ثابت ہوا کہ سیرت طیبہ کے عجائبات بھی کبھی ختم ہونے والے نہیں' فرق صرف یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ لاتناہی عجائبات علمی و کتابی صورت میں ہیں اور ہستی پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یہی عجائبات عملی و جسمی صورت میں ہیں۔ یعنی ایک علمی قرآن جو الفاظ و اوراق اور ایک عملی و جسمی قرآن یعنی سیرت طیبہ ہے جو آپ کے وجود مسعود میں محفوظ ہے جو دونوں باہم من و عن منطبق ہیں۔ پس آپ ﷺ کا ہی عمل قرآن کا نطق ہے اور قرآن کا نطق ہی آپ ﷺ کا عمل مبارک ہے' یعنی قرآن پاک میں جو قال ہے وہی ذات مصطفیٰ میں حال ہے اور جو قرآن مجید میں نقوش و دال ہیں وہی

ذات بابرکات کی سیرت و اعمال و اشغال ہیں۔ اسی لئے سیرت پاک مصطفیٰ ﷺ سے تو قرآن مجید کی عملی کیفیات و حیثیات متشکل ہوتی ہیں اور آپ ﷺ کی مختلف اشغال و سیرت کی ہیئات کا بیان واضح ہوتا ہے۔

۸۔ **مستند ترین سیرت :** اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سب سے زیادہ مستند' بے عیب اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے ذالک الکتاب لاریب فیہ "وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔" لہٰذا جب اس کتاب سیرت طیبہ میں کسی قسم کا شک نہیں تو آپ ﷺ کے برحق ہونے میں کیسے کوئی شک ہو سکتا ہے' اس لئے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی سیرت کی حفاظت کی ہر طرح کی ذمہ داری خود لی ہے۔ ارشاد ہوا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون بے شک ہم نے ہی اس نصیحت (سیرت) کو نازل فرمایا ہے اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت کا ایک ایک حرف محفوظ و مامون ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا پھر فرمایا
الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم
(سورۃ حم ۴۲) "باطل نہ اس کے سامنے سے اس کے پاس پہنچ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے یہ حکمت والے سراہے کی جانب سے نازل کردہ ہے۔" کیونکہ یہ وہ مستند ترین سیرت طیبہ کا نسخہ ہے جس کی آیات محکم' کلمات مفصل اور جس کی بلاغت نے عقول کو مبہوت کر دیا جس کی فصاحت ہر گفتار پر غالب' جس کے ایجاز و انجاز نے سربلندی کے وہ پھریرے لہرائے' جس کے دامن میں حقیقت و مجاز بے نظیر و بے مثیل

شاہکار ہیں، جس کی سورتوں کے فواتح اور خواتم کے محاسن کی نظیر بھی ممکن نہیں، جس کے کلمات جامع اور لفظی صنائع و بدائع ہر بیان پر حاوی اور جس کا حسن نظم ایجاز کے باوجود نہایت معتدل رہا اور جس کے منتخب الفاظ فوائد کی کثرت کو لپیٹے و سمیٹے ہوئے ہیں گویا وہ موتی ہیں جنہیں بے انتہا خوبصورتی سے پرو دیا گیا ہے جیسا کہ علامہ حضرت شیخ شرف الدین البوصیری اپنے مشہور قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ۔

محکمات فمایبقین من شبہ
لذی شقاق ولا یبغین من حکم

لھا معان کموج البحر فی مدد
وفوق جوھرہ فی الحسن والقیم

" اس کے محکمات میں کسی دشمن کے شبہ کرنے کی بھی گنجائش نہیں اور فیصلہ کے لئے کسی حاکم کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی آیات کے ایسے معانی ہیں جیسے دریا کی موجیں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں اور اس دریا کے موتی حسن و قیمت میں سب سے بڑھ کر ہیں۔"

اس عنوان کی پہلی آیت میں رب تعالیٰ نے ایک دعویٰ فرمایا کہ اس کتاب سیرت میں کسی قسم کا شک نہیں اور دوسری مذکورہ آیت میں ایجابی طور پر اس شک کے نہ ہونے کی وجہ اپنی ذاتی حفاظت کو قرار دیا اور تیسری مذکورہ آیت میں دلیل سلبی سے واضح کر دیا کہ اس میں کسی وقت، کسی طرف سے اور کسی بھی طرح کے باطل کی اس میں آمیزش ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ خوبیوں کے مالک حکیم کی نازل کی ہوئی اس

کے حبیب کی سیرت کی کتاب ہے۔ اور جب کسی دعوے کو ایجابی و سلبی دونوں طریقوں سے بیان کر دیا جاتا ہے تو اس کے مستند ترین ہونے میں کوئی وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا۔

۹- **جامع سیرۃ** : اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت جامع ترین سیرت ہے۔ اس سیرۃ طیبہ کے مختلف الانواع ہونے کی وجہ سے قرآن مجید میں ہمیں نوع در نوع مضامین احکام و فرامین، تبشیر و تنذیر، توبیخ و تعزیر، تامین و تکفیر، تنفیق و تشریک کے صدہا مضامین جن کا کسی نہ کسی طرح آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے تعلق بنتا ہے وہ سب کے سب اس کتاب میں بیان فرما دیئے ہیں اور واضح اعلان فرما دیا:

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین "اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ روشن کتاب میں ہے۔" اور دوسری جگہ ارشاد ہوا وما فرطنا فی الکتاب من شئی "ہم نے اس کتاب میں کوئی شئی اٹھا نہ رکھی" تیسری جگہ ارشاد ہوا و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی "اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے"

ان تینوں آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز موجود ہے اور آپ ﷺ کی سیرت کا روشن بیان ہے اسی لئے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مامن شئی فی العالم الا ہو فی کتاب اللہ (الاتقان) "کہ تمام عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جس کا بیان اللہ کی کتاب (قرآن) میں نہ ہو۔" لہذا آپ ﷺ کی سیرت کے ایک ایک

پہلو کو رب تعالیٰ نے اپنے کلام کا جامہ پہنا کر قرآن پاک کی شکل میں نازل فرمایا ہے چند پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی تشریف آوری کو رب نے مومنین پر احسان سے تعبیر فرمایا۔ نسب کا بیان دعاء خلیل میں بیان فرمایا۔ آپ کے وطن کو وادی غیر ذی زرع سے' بعثت کو امیوں میں ہونے سے' آپ کی تبلیغ کو رسالت و بشارت و نذارت سے' آپ ﷺ کی خانگی زندگی کو سورہ تحریم و سورہ احزاب' نور و حجرات میں' ہجرت کو سورہ انبیاء' فرقان' انفال وغیرہ میں' غزوات کو انفال' آل عمران' احزاب' فتح اور سورہ توبہ میں' آپ کے مشاغل رحمت کو سورہ بقرہ' احزاب وغیرہ میں' آپ ﷺ کے معجزات کو سورہ بنی اسرائیل' یونس' ہود وغیرھا میں' آپ کے جان نثاروں کا سارے قرآن میں جگہ جگہ تقریباً ہر سورت میں بیان آیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کفار و منافقین کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ نیز آپ ﷺ کے عقائد کو اپنی ذات و صفات کی آیات سے' آپ کے اعمال کو احکامات کی آیات سے' آپ کے استدلال کو تکوینی آیات سے' آپ کے حال کو' تشریحی آیات سے' آپ کے وعظ کو قصص و امثال کی آیات سے' آپ کے نصائح کو تذکر کی آیات سے' آپ کے حسن معاشرت کو خدمت خلق کی آیات سے' آپ کے حسن و جمال کو مہر و محبت کی آیات سے' آپ کے مشاہدات کو تجلیات حق و عرفان الٰہی کی آیات سے' آپ کے مراقبہ کو ابتغائے وجہ اللہ و تفکرات کی آیات سے' آپ کی بقا کو ترک لذات دنیا کی آیات سے' آپ کی خلوت کو توجہ الی اللہ کی آیات سے' آپ کی جلوت کو تربیت خلق الٰہی کی آیات سے' آپ کے جلال کو قہر و غلبہ کی

آیات سے، آپ کے شہود کو انا و انت کی آیات سے، آپ کے غیوب کو ھو کی آیات سے، آپ کے شوق کو نعیم جنت کی آیات سے، آپ کے قہر و غضب کو نار جحیم کی آیات سے، آپ کی امید و رجاء کو رحمت کی آیات سے، آپ کے خوف کو عذاب کی آیات سے، آپ کے سکون و انس کو انعامات کی آیات سے، آپ کے ملال و غم کو انتقام کی آیات سے، آپ کے بغض فی اللہ کو حدود و جہاد کی آیات سے، آپ کے حب فی اللہ کو امن و ترحم کی آیات سے، آپ کے عروج کو نزول وحی کی آیات سے، آپ کے نزول کو تعلیم و تربیت کی آیات سے، آپ کی خلافت کو تنفیذ و اوامر و نواہی کی آیات سے، آپ کی عبادات کو خطاب کی آیات سے، آپ کے قرب کو معراج کی آیاتؔ سے، آپ کے جان نثاروں کو مومنین کے دلنشین خطابات سے، زبان سے ماننے اور دل سے منکرین کو منافقین کے نام سے اور آپ کے منکرین کو کافرین و مشرکین کے نام سے، آپ کے کلام کو رب نے اپنے کلام سے، آپ کے ہاتھ کو رب نے اپنے ہاتھ سے، آپ کی اطاعت کو رب اپنی اطاعت سے، آپ کی نافرمانی کو رب اپنی نافرمانی سے، آپ کی رضا کو رب اپنی رضا سے، آپ کی ناراضگی کو رب اپنی ناراضگی قرار دیتا ہے۔ الغرض یہ کہ ع

ہمہ قرآن در شان محمد است

اس لئے علامہ بوصیری فرماتے ہیں ؎

فما تعد ولا تحصی عجائبها
ولا تسام علی الاکثار بالسام

(قصیدہ بردہ)

(ترجمہ) پس قرآن پاک کے عجائب شمار نہیں کیے جا سکتے ان کی زیادتی کی
وجہ سے ملامت سے خریداری نہیں بلکہ بڑی تمنا سے خریداری کی جاتی
ہے۔

۱۰- **موضوع قرآن :** اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رب
تعالیٰ نے جس انسان کو اپنے کلام کا موضوع بنایا ہے وہ کوئی عام انسان
نہیں ہے۔ بلکہ وہ سب انسانوں سے افضل ساری مخلوقات کی جان احمد
مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ذات پاک ہے
اسی کے اخلاق حمیدہ و سیرت طیبہ کو ساری کائنات کے سامنے بطور ماڈل و
نمونہ پیش کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان
یرجواللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیراً (سورۂ احزاب ۲۱)
"بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور
پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔"

(i) یعنی اگر تم اس دنیا اور آخرت کی کامیاب زندگی کے
خواہاں ہو تو رسول پاک کی زندگی کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنا
لو اور ان کے نقش قدم پر چلو یعنی آپ کی زندگی کو اپنے لئے
مشعل راہ بنالو کیونکہ آپ کو مشعل راہ بنانا ہی دنیا اور آخرت
کی کامیابی کی کلید ہے۔ یعنی کامیابی کا آپ ﷺ ہی وسیلہ عظمیٰ
ہیں ۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(ii) دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قدرت الٰہی کا نمونہ و سمپل ہے۔ نمونہ میں پانچ چیزیں ہوتی ہیں۔ اسے ہر طرح سے مکمل بنایا جاتا ہے۔ اس کو بیرونی غبار سے پاک رکھا جاتا ہے۔ اس کو چھپایا نہیں جاتا۔ اس کی تعریف کرنے والے سے صانع خوش ہوتا ہے۔ اس میں عیب نکالنے والے سے صانع ناراض ہوتا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یہ پانچوں باتیں موجود ہیں اور رب تعالیٰ نے یہ ماڈل بھیج کر فرمایا تم اپنے سبھی اعمال و اشغال کو اس نمونہ کے مطابق بنالو اگر تمہیں آخرت کی کامیابی درکار ہے۔

(iii) تیسرے معنی صاحب روح البیان نے اس کے ایک نئی بات کہہ کر کئے ہیں کہ یہ تفصیل تو جب تھی جب کہ اس آیت کے معنی کئے جائیں کہ تمہارے لئے حضور کی پیروی بہتر ہے۔ یعنی اپنی آئندہ زندگی میں۔ مگر دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارے لئے حضور ﷺ کی پیروی بہتر تھی۔ یعنی عالم ارواح میں ہر جگہ حضور علیہ السلام مقتدا رہے ہیں اور تم سب ان کے مقتدی، وہ اس طرح کہ سب سے پہلے نور رسول اللہ پیدا ہوا پھر تم، سب میں سب سے اول ربانی فیض روح مصطفیٰ علیہ السلام نے حاصل کیا، بعد میں تم نے 'الست بربکم' کے جواب میں سب سے پہلے روح مصطفیٰ نے بلیٰ کہا بعد میں اوروں نے۔ سب

حضرت آدم علیہ السلام سے سب سے پہلے حضور کی روح عہد و پیمان کے لئے باہر تشریف لائی بعد میں تم سب کی ارواح وغیرہ وغیرہ تو اب لازم ہے کہ آئندہ زندگی میں بھی تم ان کے پیروکار ہو کر رہو۔

المختصر تم قاضی ہو، حاکم ہو، محکوم ہو، بادشاہ ہو، رعایا ہو، مالدار ہو، فقیر ہو، فاتح ہو، مفتوح ہو، عیالدار ہو، تاجر ہو، مزدور ہو، غلام ہو، آقا ہو، خادم ہو، مخدوم ہو کوئی بھی ہو وہ آپ ﷺ کا ہی نقش قدم اپنائے اگر وہ دنیا و آخرت میں کامیابی کا خواہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے سب طبقات کے لئے آپ ﷺ کے اسوہ (سیرت) کو ہی اپنے کلام کا موضوع بنایا ہے اور اسی سیرت کی پیروی کو ہی آخرت کی کامیابی کا زینہ قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قبر میں دوسرا اور تیسرا سوال یعنی مادینک؟ اور ماتقول فی حق ھذا الرجل؟ یعنی تو اس ذات بابرکات کی سیرت پر کس قدر پابند تھا۔ اپنے اعمال کی فرد کو اس نمونہ کے سامنے ذرا پیش کر۔ اور کل قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ اس قرآن کے موضوع انسان کی سیرت طیبہ کو ہی ایک آئینہ کی شکل میں سامنے رکھ کر ہر انسان کے نامہ اعمال کو اس کے سامنے پیش کیا جائے گا جس قدر اس ماڈل سے مطابقت ہوگی اتنی ہی کامیابی کے امکان زیادہ ہوں گے اور جس قدر اس نمونہ کی مخالفت ہو گی اسی قدر جنت سے دوری ہوتی جائے گی۔ تلک عشرۃ کاملہ یہ دس مکمل باتیں ہو گئیں۔

باب دوم

"عصر حاضر کے مسائل"

آج سائنس نے انتہائی ترقی کر لی ہے۔ انسان نے خلاؤں کو فتح کر لیا ہے۔ سمندروں کی گہرائی ناپ لی ہے۔ چاند پر بستیاں بنانے کی سوچ رہا ہے۔ فاصلے سمٹ کر نہایت مختصر ہو گئے ہیں۔ اب دنیا کے کسی بھی حصہ میں رونما ہونے والا کوئی چھوٹا سا واقعہ بھی منٹوں سیکنڈوں میں دنیا کے ہر کونے میں پہنچ جاتا ہے۔ اپنے دفاع و حفاظت کے لئے مہلک ترین ہتھیار ایجاد کر لئے ہیں' وہ مادی آشائشیں جن کا پہلے تصور بھی محال تھا اب انسان نے اپنے لئے مہیا کر لی ہیں لیکن اس ساری مادی ترقی کے ساتھ ساتھ انسان پھر بھی مطمئن نہیں ہے' چنانچہ اس ترقی یافتہ کمپیوٹر کے دور میں بھی ساری دنیا طرح طرح کے مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ میرے نزدیک ان کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) امن و سکون کا مسئلہ' (۲) تہذیب و معاشرت کا مسئلہ' (۳) سیاست کا مسئلہ' (۴) معیشت کا مسئلہ' (۵) تعلیم کا مسئلہ' (۶) عدل و انصاف کا مسئلہ وغیرہ

۱۔ امن و سکون کا مسئلہ

آج جب ہم دنیا کے نقشے پر نظر دوڑاتے ہیں تو کسی جگہ بھی ہمیں

امن و سکون نظر نہیں آتا ہے جس قدر امن و سلامتی کی آج ضرورت
ہے اس سے پہلے کبھی بھی نہیں تھی۔ اس کی ایک وجہ آلات حرب
ضرب کی زیادتی ہے جس نے دنیا کو جہنم کدہ بنا دیا ہے انسان کے لئے
امن سب سے مقدم و اہم ضرورت ہے سب انسانی نعمتیں امن کی تا
ہوتی ہیں اگر امن نہ ہو تو تمام جدید مادی آسائشیں ہیچ اور بے کار ہیں' یہ
تمام نعمتیں انسان کی زندگی کے لئے ہوتی ہیں لیکن جب زندگی ہی خطرے
میں ہو تو سب آسائشیں و سہولیات عبث و بے معنی ہو جاتی ہیں۔

موجودہ سائنسی ترقی کی بے راہ روی نے انسان کو بہت کچھ دیا ہے
لیکن اسے امن سے محروم کر دیا ہے' جب سے جدید تہذیب رونما ہوئی
دنیا بحیثیت مجموعی کسی وقت بھی انسانوں کی خون آشامی سے خالی نہیں
رہی' پہلی جنگ عظیم میں ۱۷ ملین افراد ہلاک ہوئے جب کہ دوسری جنگ
عظیم میں ۵۰ ملین کام آئے اور ایک ہزار بلین امریکی ڈالر کا نقصان ہو
گیا۔ "اسٹالن نے کمیونزم کی خاطر ۵ کروڑ مسلمانوں کا خون بہایا"

۳ دسمبر ۱۹۵۱ء میں پیرس میں اتحادی اسمبلی کے اندر چینی نمائندے
نے بتایا کہ کیمونسٹ چین نے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی دے دی
تھی۔ سائنس دانوں کی عالمی کانفرنس بمقام پگواش امریکہ میں برطانوی
سائنس دان دان سررابرٹ واٹسن لاجیکل وارفیئر نے ۸ اونس کا ایک
کیمیائی جراثیمی بم پیش کر کے بتایا کہ یہ بم پوری دنیا کی تباہی کے لئے کافی
ہے اور اسے ایک چھوٹی حکومت بھی بنا سکتی ہے۔ (نت۔ ڈان)

یہ سب تو ماضی کی داستانیں ہیں' موجودہ دور میں جو اسلحہ سازی
کی دوڑ جاری ہے اس میں میزائل' ایٹم و ہائیڈروجن بموں سے ساتھ

ساتھ زہریلی کیمیاوی گیسوں اور جراثیمی راکٹوں و بموں کا جو ذخیرہ جمع ہو گیا ہے وہ موجودہ دنیا جیسی بیسیوں دنیاؤں کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ نیز اس وقت تمام روئے زمین پر ہر ایک ملک کا کسی نہ کسی طرح کا کوئی نہ کوئی تنازعہ چل رہا ہے۔ خاص کر مسلمان جس جگہ بھی ہیں انہیں کسی طرح سکون نصیب نہیں ہے۔ روس پہلے افغانستان کے ساتھ الجھا ہوا تھا' اب اگر بظاہر افغانی روس سے نجات پا چکے ہیں تو آپس میں لگے ہوئے پانچ سات سال ہو گئے ہیں۔ اب روس نے چیچنیا سے جا چھیڑ خانی شروع کر دی ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان کام آئے ہیں اور مزید کام آرہے ہیں۔ سربوں نے بوسنیاء کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنی شروع کی ہوئی ہے' جہاں اقوام متحدہ کی امن قائم کرنے والی فوجیں اور سریع الحرکت افواج اپنی سرکردگی میں مسلمانوں کا قتل عام کروا رہی ہیں بلکہ مسلمانوں کے مال و املاک و شہروں پر اپنی نگرانی میں قبضہ کروا رہی ہیں۔

ادھر کشمیر میں ۴۸ سال سے قتل عام کا بازار گرم ہے۔ اسرائیل اور اردن آپس میں کئی سالوں سے لگے ہوئے ہیں۔ شام اور اسرائیل کا تنازعہ چل رہا ہے۔ ترکی اور کرد آپس میں دست و گریبان ہیں۔ سعودی عرب اور یمن و ایران آپس میں ناراض ہیں۔ ایران اور عراق باہم عداوت رکھتے ہیں۔ کویت اور عراق کی جنگ کروا کر امریکہ نے مشرق وسطی کے تیل تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ ایری ٹیریا کے مسلمان اور کمبوڈیا کے مسلمان بھی سخت مشکل میں ہیں۔ برطانیہ میں آئے دن ایشیائی باشندوں پر جن میں اکثر مسلمان ہوتے ہیں حملے کئے جاتے ہیں' ان کی

مسجدیں بند کر دی جاتی ہیں اور بعضوں کو آگ سے جلا دیا جاتا ہے اور کہاں جائیں اپنے پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی کو ہی دیکھ لیں پانچ سال سے آپس میں ہی لوگ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ اغواء کر کے ان پر تشدد کیا جاتا ہے' ان کے جوڑوں پر ڈرل مشین سے سوراخ بنائے جاتے ہیں۔ ان کے ناخن اور آنکھیں نکال لی جاتی ہیں' ناک اور کان کاٹ لئے جاتے ہیں' لوہے کی سلاخیں گرم کر کے ان کے جسموں پر مختلف نشانات بنائے جاتے ہیں' شکل بگاڑ دی جاتی ہے' مختلف اعضا کے ٹکڑے کر کے بوریوں میں بند کر کے سڑکوں پر پھینک دیا جاتا ہے' کلاشنکوف کے زور پر علی الاعلان بنکوں' دکانوں اور گھروں کو لوٹ لیا جاتا ہے' عورتوں کی بے حرمتی و عصمت دری کی جاتی ہے' لاشوں کو اٹھانے تک نہیں دیا جاتا' وہ لاشیں سب کے سامنے کتے بھنبھوڑ رہے ہوتے ہیں المختصر ساری دنیا خصوصاً کراچی والے بلبلا اٹھے ہیں کیونکہ ان پر قرآن پاک کی وہ آیت صادق آرہی ہے اس آیت کو دیکھ کر مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ آیت رب تعالیٰ نے اسی زمانہ کے لئے نازل فرمائی تھی ارشاد ہوتا ہے۔

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون (سورۂ روم) " خشکی اور تری میں فساد پھوٹ پڑا ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ ان کے بعض کوتکوں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آئیں۔"

یہ انسان کے اپنے ہی اعمال ہوتے ہیں جو مختلف آزمائشوں کا باعث بنتے ہیں۔ کفر اور گناہ سے قحط سالی' بیماری' وبائی امراض' سیلاب'

آگ، رزق میں بے برکتی ہوتی ہے۔ بارش نہ ہونے سے دریائی جانور اندھے ہو جاتے ہیں۔ سیپ میں موتی نہیں بنتے۔ کثرت زنا سے قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے سے بارش رکتی ہے۔ کم تولنے سے ظالم حاکم مقرر ہوتے ہیں۔ سود خوری سے زلزلے وغیرہ آتے ہیں۔ (روح البیان)

نام نہاد اقوام متحدہ کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور چیچنیا میں امن قائم کرنے میں بالکل ناکام ہو چکی ہے اس سے صرف روئے زمین کے مسلمانوں کا استیصال مقصود ہے۔ دراصل غیر مسلموں کا مقصد ہی یہ تھا کہ بڑی طاقتیں اپنے جرائم کو قانونی حیثیت دے کر دنیا بھر کے مظلوم و محروم مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں۔ اسی لئے تو علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

ع بہر تقسیم قبور انجمن ساختہ اند

لہٰذا پاکستان اور تمام دنیا کا سب سے پہلا اور اہم موجودہ مسئلہ امن و سکون کا حصول ہے۔

۲۔ تہذیب و معاشرت کا مسئلہ

اس وقت عالم اسلام کا دوسرا بڑا مسئلہ ان کی اپنی تہذیب و معاشرت کے تعین اور اسے غیروں سے محفوظ کرنے کا مسئلہ ہے۔ عالم اسلام میں فرنگی تہذیبی اثرات اٹھارھویں صدی کے آخری نصف میں آنے شروع ہوئے تھے اور ہندوستان اس کی لپیٹ میں انیسویں صدی میں آیا، لیکن اس میں شدت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد پیدا ہوئی جب

انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی معاشرت و ثقافت بھی در آنے لگی۔

اس وقت انگریزی تعلیم کی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ مسلمان فرنگی ثقافت قبول کرنے پر تیار نہیں تھے۔ اس مخالفت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ عیسائی معاشرت کی تقلید کا مطلب ان کے غلبہ کو تسلیم کرنا اور اپنی معاشرت کو حقیر و غیر معیاری تسلیم کرنا تھا۔ فرنگی معاشرت سے ذہن فرنگی اور عقائد لامحالہ غیر اسلامی ہو جاتے اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ معاشرت ہی کسی قوم کے عقائد کا خارجی، تعارفی اور قطعی روپ ہوتی ہے اور جب کبھی کسی ملت کا اپنا معاشرتی اسلوب ختم ہو جاتا ہے تو وہ مذہب بالآخر محض خیالی سی رسم بن کر عملاً بے جان اور مردہ ہو جاتا ہے اور ملت تباہ ہو جاتی ہے۔ اٹھارھویں صدی کا یہ تعلیمی مناظرہ دراصل ایک معاشرتی و ثقافتی مناظرہ تھا، انگریز کے بہی خواہ و انگریزی تہذیب کے دلدادہ مصنفین نے یہاں تک کہہ دیا کہ پچھلی صدی میں کچھ لوگ تھے جنھوں نے علم و تعلیم کی مخالفت کی، حالانکہ یہ علم و تعلیم کی مخالفت قطعاً نہیں تھی بلکہ انگریزوں کی معاشرتی یلغار کے خلاف ایک احتجاجی تحریک تھی کہ اس سے مسلمان اپنی معاشرت کو بھول جائیں گے اور آقاؤں کی معاشرت پر فخر کریں گے اور اپنے نظام حیات کو اپنے ہی ہاتھوں سے مسمار کر دیں گے۔ جن بزرگوں نے انگریزی معاشرت پر تنقید کی ان میں اکبر آلہ آبادی، شبلی نعمانی، محسن الملک، اسماعیل میرٹھی، ڈپٹی نذیر احمد اور علامہ اقبال تھے۔

(i) تحریک پاکستان و تہذیب معاشرت

سوال یہ ہے کہ کیا تحریک پاکستان کے مسئلہ میں تہذیب و معاشرت

بطور پیغام شامل تھی یا نہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ اقبال نے تو واضح طور پر فرمایا ہے

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

قائد اعظم نے فرمایا:

"ہم مسلمان اپنی تابندہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ایک قوم ہیں معاشرتی طور طریقوں، رسم و رواج، زبان و ادب، فنون لطیفہ، نام و نسب، شعور اقتدار و تناسب، قانون و اخلاق، تاریخ و روایات، رجحان و مقاصد کے لحاظ سے ہمارا اپنا انفرادی زاویہ نگاہ اور فلسفہ حیات ہے۔" (یکم جولائی ۱۹۴۲ء ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ)

(ii) محاسبہ قوم

جن مظاہروں کی قیام پاکستان کے بعد نمایاں ترقی ہوئی ہے اس کا ہمیں قومی محاسبہ کرنا چاہیے تاکہ پتہ چل سکے کہ آیا وہ اپنی ہی تہذیب ہے یا ہم اغیار کی چیرہ دستیوں کے شکار ہو گئے ہیں۔

- پرائمری سطح سے لے کر کالجز اور یونیورسٹی تک طلبہ و طالبات کا اختلاط، نیز دفاتر، مارکیٹوں، تفریح گاہوں میں بے نقاب اکٹھے گھومنا۔

۲۔ خواتین کا مختلف اشتہارات کی زینت بننا اور مردوں کے شانہ بشانہ ہر جگہ کام کرنا۔

۳۔ لڑکیوں کا لڑکوں جیسی اور لڑکوں کا لڑکیوں جیسی ہیئت بنا کر ان جیسی حرکات و لباس اپنا کر بے محابا مل کر ناچنا گانا۔

۴۔ باریک ترین لباس پہن کر عورتوں مردوں کا بازاروں میں گھومنا' ہوٹلوں میں مختلف دعوتوں و کانفرنسوں میں شریک ہونا۔

۵۔ عورتوں مردوں کا کھڑے ہو کر کھانا' و بول و براز کرنا۔

۶۔ بیاہ شادی میں سالگرہ مہندی وغیرہ میں ایسی رسومات بجالانا جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہو۔

۷۔ رات دن ٹیلی ویژن' وی سی آر اور ڈش انٹینا پر جنسی اور عریاں و مار دھاڑ سے بھرپور فلموں کا اکٹھے عورتوں' مردوں و بچوں کا دیکھنا۔

۸۔ کلاشنکوف لے کر دن دیہاڑے بنکوں' دکانوں' آدمیوں کو لوٹنا' اغوا کرنا' گاڑیاں چھین لینا' گاجر مولی کی طرح انسانوں کو کاٹ کر پھینک دینا۔

۹۔ جامعات کے ہوسٹلوں کو اسلحہ خانہ میں بدلنا' طلبہ کا طبقات میں تقسیم ہونا اور باہم دگر قتل کرنا۔

۱۰۔ شاگردوں کا اساتذہ کو قتل کرنا' ان کا گھیراؤ جلاؤ و اغواء کرنا۔

۱۱۔ جلد دولت مند بننے اور مغربی طرز زندگی کے معیار کے لئے منشیات کا کاروبار کرنا اور طلبہ و طالبات جامعات کے ۸۰ فیصد

بچوں کو اس لعنت میں گرفتار کرنا اور ان سے مزاحم ہونے والوں کا قتل و اغواء کرنا۔ کسی جان و مال و عزت و آبرو کا محفوظ نہ ہونا۔

۱۲ - ہوٹلوں و کلبوں میں عورتوں مردوں کا باہم تھرکنا و باہم دگر جام تجویز کرنا اور کسی رشتہ کا تقدس باقی نہ رہنے دینا۔

۱۳ - حلال و حرام کا امتیاز کئے بغیر لذب پرستی و چوری ڈاکہ زنی و کلاشنکوف کے زور پر دولت جمع کر کے دوسروں کی تحقیر کرنا۔

۱۴ - بچوں کا والدین کی نافرمانی' نوجوانوں کا بوڑھوں کا گھروں سے نکال دینا کہ ان کے لئے بھیک مانگ کر لائیں۔

۱۵ - اپنے ہمسائیوں کو ستانا' عریاں تصاویر و جانداروں کے مجسّمے سے سجانا بت پرستی کرنا اور فخر کرنا۔

کیا یہ سب اور ایسی دوسری باتیں اسوۂ رسول و تہذیب اسلام ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ان سب باتوں سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ محض کسی قوم کی سیاسی غلامی اتنی مہلک نہیں ہوتی جتنی ذہنی و فکری غلامی مہلک ہوتی ہے۔ ذہنی غلامی تو قوم کو اس وقت تک ہلاک کرتی رہتی ہے جب تک اس کے شکنجے میں قوم مبتلا رہتی ہے۔ چاہے سیاسی طور پر وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ ذہنی محکومی جس طرح اور بہت سے مفاسد کو جنم دیتی ہے اسی طرح بہت سے الفاظ و محاورات اور اصطلاحات بھی بدل دیتی ہے' اس لئے آرٹس کونسل سے لے کر کرکٹ کے میدان تک سکرین پر تھرکتی زندگی سے نائٹ کلبوں اور سربراہان کے بڑے بڑے اجتماعات کے ننگ اسلام مظاہروں تک

اسلامی تہذیب کے ہی مظاہرے قرار دیئے جا رہے ہیں۔ یا للعجب!

۳۔ سیاست کا مسئلہ

آج کی سیاست کا محور مطلب بر آری اور مذہب بیزاری ہے۔ اس لادینی سیاست کے مندرجہ ذیل اصول رہ گئے ہیں۔

(i) انسانی زندگی کی تمام جدوجہد اور دلچسپی صرف یہ دنیا ہے۔ دوسری دنیا، خدا یا آخرت کی باز پرس وغیرہ کا معاذ اللہ اول تو کوئی وجود نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو ہمیں اس سے سروکار نہیں۔

(ii) انسانی زندگی کے تمام معاملات میں رہنمائی کے لئے ہماری عقل کافی ہے۔ کسی روحانی یا آسمانی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح انہوں نے سیاست الگ اور اخلاق و دین لوگوں کا الگ انفرادی مسئلہ بنا رکھا ہے۔

(iii) مذہب اور اخلاق سے پیچھا چھڑانا اتنا آسان نہیں ہے اس کی خلش فطرت انسانی میں مسلسل محسوس ہوتی رہتی ہے اسی وجہ سے سیاست کے علمبرداروں نے منافقت اور دو عملی کو صرف جائز اور روا ہی نہیں رکھا بلکہ اپنی فطانت و مہارت کی دلیل سمجھ رکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج کی سیاست کے علمبرداروں کی زندگی میں ہر جگہ منافقت اور دو عملی موجود ہے۔ ان کے قول و عمل کا تضاد ہر روز دیکھنے میں آتا ہے ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی تضادات کا مجموعہ بن گئی

ہے۔ امریکہ و یورپی ممالک کے مفادات کے پیمانے اور مسلمانوں کے لئے پیمانے دوسرے' ہندوستان کے لئے سپر کمپیوٹر ٹیکنالوجی امریکہ خود مہیا کرتا ہے اور ادھر پاکستان کے ۱۶ ایف طیاروں کی کھیپ بھی روکے ہوئے ہے جن کی قیمت پاکستان پہلے ہی ادا کر چکا ہے۔ انڈیا نیوکلیئر دھماکہ کرتا ہے تو کوئی بات نہیں ادھر اگر پاکستان ایٹمی صلاحیت ہی حاصل کر لے تو پریسلر ترمیم آڑے آجاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ عراق اور کویت کی جنگ میں فوری مداخلت اور ادھر بوسنیا و چیچنیا کے مسلمانوں کے لئے سوائے جمع خرچ کے اور کچھ نہیں۔ ان تضادات کا نتیجہ انتشار اور افتراق کی صورت میں ظاہر ہونا یقینی ہے۔ جس نظام کی بنیاد ہی منافقت پر ہو گی اس کو کبھی استحکام نصیب نہیں ہو گا جلد یا بدیر اس میں اضطراب و بے چینی ہونا لابدی ہے۔

تمہاری یہ تہذیب خود اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

الغرض جس جگہ جس ملک یا جس نظام کے سیاست دانوں میں جس قدر منافقت پائی جائے گی اسی قدر اس ملک میں انتشار' بے چینی' نفرتیں اور عداوتیں جنم لیں گی۔ سیاست دانوں کی کوئی عزت نہیں ہو گی۔ حکومت اور عوام میں ربط و ضبط نہیں ہو گا۔ عوام پستے رہیں گے اور مظلوم آہیں بھرتے رہیں گے اور ایک نہ ایک دن ان غریبوں کی آہیں ایسے ظالم حکمرانوں کو کھا جائیں گی اور بعد میں ان کا کوئی نام لینے والا بھی باقی نہیں ہو گا۔

۴۔ معیشت کا مسئلہ

اس وقت تمام دنیا میں معیشت کے کئی نظام رائج ہیں۔ اس سلسلہ میں جو سب سے بڑا شور اشتراکی علمبرداروں کا ہے وہ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے پاس دولت کی تقسیم کا کوئی نظام ایسا نہیں جو موجودہ بین الاقوامی معیشت کو بحسن و خوبی چلا سکے حالانکہ اشتراکی فلسفہ مساویانہ تقسیم کا غلط ہے' یہ ظلم اجتماعی کی وہ صورت ہے جو کبھی کسی نمرود' فرعون' ہامان اور چنگیز خان کے دور میں بھی روا نہیں تھی۔ اس چیز کو کوئی عدل اجتماعی نہیں کہہ سکتا کہ چند اشخاص پورے ملک اور اس کے ذرائع پر قابض ہو جائیں حکومت اور سینٹ کو خدا کا درجہ دے دیا جائے تاکہ وہ جو حکم دے اس پر بے چوں و چرا عمل کیا جائے اور پورے ملک کو جیل خانہ میں تبدیل کر دیا جائے جس میں تنقید' فریاد' شکایت اور عدالتی انصاف تک کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ ملک میں ایک جماعت کے علاوہ نہ کوئی دوسری جماعت ہو' نہ کوئی تنظیم' نہ کوئی آزاد پریس بلکہ جاسوسی کا ایسا وسیع نظام پھیلا دیا جائے کہ ہر آدمی ڈرتا ہو کہ کہیں یہ جاسوس نہ ہو۔ جمہوریت کا فریب دینے کے لئے برائے نام انتخابات کرائے جائیں لیکن ان میں بھی یقینی کوشش ہو کہ کوئی مخالف فلسفہ کا آدمی حصہ نہ لے سکے۔

ان کا مساویانہ دولت کا دعویٰ بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے اگرچہ کسی اشتراکی ملک میں آج تک ایسا ہوا نہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا موجودہ اشتراکی ممالک میں طبقاتی نظام ختم ہو گیا؟ کیا حکام اور عوام کی

معاشی حالت ایک جیسی ہے ؟ کیا زندگی کے تمام میدانوں میں ہر قسم کے ظلم و تشدد اور پابندیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے ؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ بھی موجودہ حالات میں ناکام ہے۔

دوسرا نظام ہے سرمایہ دارانہ اس میں ہر جائز اور ناجائز طریقہ سے دولت جمع کرنے کو زندگی کا مقصد بنا لیا جاتا ہے اور انفرادی ملکیت بڑھانے کی کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے چاہے وہ اضافہ دوسروں کا خون چوس کر کیا جائے یا کسی کا حق مار کر، یہی وہ یہودی سودی نظام ہے جو ساہوکاروں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت بڑھانے و سرمایہ اکٹھا کرنے کے لئے سود در سود کے ہتھکنڈے استعمال کریں۔ لہٰذا یہ ساہوکار پہلے تو کسی ملک کو اپنی بھاری شرح سود پر قرض دیتے ہیں اور جب وہ ملک وقت مقررہ پر قرض ادا نہیں کرتا تو سود در سود لگا دیتے ہیں اور جب پھر بھی وہ قرض ادا نہیں کرتا تو اس قرض کی ادائیگی کے لئے ایک اور بڑا قرض دیا جاتا ہے جس میں سے پہلے رقم کا کچھ تو سود در سود وصول کر لیا جاتا ہے اور باقی ہر سال پہلے اور موجودہ قرض کے سود کی رقم وصول کرتے رہتے ہیں اس طرح سود کی رقم اصل رقم سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور جو ملک کچھ بھی ادا نہیں کرتا اس کو پڑوسی ملک سے لڑا کر اس کی ہر قیمتی چیز پر تسلط جما لیا جاتا ہے۔ اس نظام سے ہمیشہ سرمایہ داروں اور مزدوروں کے درمیان کشمکش اور بے چینی رہتی ہے اس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس نظام نے یہودی لابی کی وجہ سے پوری دنیا میں بے چینی افراتفری اور اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے امریکہ، جاپان سے خائف ہے کیونکہ پوری دنیا میں تجارت پر جاپان چھایا ہوا ہے۔

آئے دن دونوں ممالک کے مذاکرات ہوتے رہتے ہیں، امریکہ یہ توازن
اپنے حق میں کرنا چاہتا ہے۔ یہی نظام ناجائز ذرائع آمدنی، ہیروئن و افیون
کی خرید و فروخت و دیگر حرام کاری کے بھی کام اسی سرمایہ دارانہ نظام
کے ہی مرہون منت ہیں اور امریکہ ان سب کا سرپرست اعلیٰ ہے۔
دراصل امریکہ اپنے نیو ورلڈ آرڈر کے تحت پرانا سامراجی نظام دنیا پر
دوبارہ مسلط کرنا چاہتا ہے اس لئے اس کے دو منظم ترین ادارے I.M.F
اور ورلڈ بنک دنیا کے غریب ممالک میں پہلے اپنے ماہرین بھیجتے ہیں وہ
سرمایہ کاری کی ایسی پالیسیاں وضع کرتے ہیں جو اس ملک اور عوام کے مفاد
میں نہیں ہوتیں۔ وقتی طور پر اس ملک کی معیشت کو سہارا دینے کے لئے
بھاری شرح سود پر اور اپنی من مانی شرائط پر قرضہ دیتے ہیں اور بعد میں
پھر کلی طور پر اس ملک کی معیشت پر قبضہ جما کر اس ملک کو اپنے زیر تسلط
کر لیتے ہیں اور جو ملک اس کی بات نہیں مانتا اسے دہشت گرد یا حقوق
انسانی کی خلاف ورزی کا مرتکب گردان کر مختلف قسم کی معاشی پابندیاں لگا
دیتا ہے۔ ایران، لیبیا اور عراق وغیرہ ایسی ہی پابندیوں کے زیر اثر دن
گزار رہے ہیں۔ اسلام کا سب سے بڑا مخالف امریکہ ہی ہے۔ الجزائر میں
اسلامی اتحاد نے جب سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے تو وہاں فوجی بغاوت
کروائی، سوڈان نے جب اپنے ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ کیا تو اسے
دھمکی دی گئی کہ تم نے اقوام متحدہ کے چارٹرڈ کی خلاف ورزی کی ہے۔
دنیا بھر کے ناجائز کاروبار امریکہ کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔ ہیروئن کا سب
سے بڑا خریدار خود امریکہ ہے اور پھر ہیروئن بنانے کی اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی
و کیمیکلز امریکہ ہی دنیا بھر کو مہیا کرتا ہے۔ اس طرح اس نظام

سرمایہ دارانہ کے تحت دنیا کا امن و سکون و معیشت تباہ ہو رہی ہے۔

۵۔ تعلیم کا مسئلہ

مسلمانوں کو اپنی مخصوص ہیئت کی وجہ سے اپنا نصاب تعلیم خود تیار کرنا چاہیے۔ مسلمان طلبہ کے لئے جب مغربی واضعین اسے مرتب کرتے ہیں تو وہ اس میں اپنے مخصوص عقائد' نفسیات' زندگی سے متعلق نقطہ نظر اور مطالعہ کائنات کے متعلق مخصوص زاویہ نگاہ' وہ اپنے مخصوص انداز و طرز بیان سے لکھ دیتے ہیں جس سے مسلمانوں کی نسل پر اچھا اثر نہیں پڑتا کیونکہ اسلام اور مغربی تمدن دو متضاد نظریات پر قائم ہیں یہ باہم مل کر نہیں رہ سکتے۔ جب حقیقت یہ ہے تو ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی نسل نو مغربی بنیادوں پر تعلیم و تربیت جو یورپ کے عملی و ثقافتی تجزیوں اور تقاضوں پر مبنی ہے۔ مخالف اسلام نہ ہوگی۔ اسلامی ممالک میں یہ مغربی تعلیم ایک ایسا میٹھا زہر ہے جس سے دھیرے دھیرے ان کی نسل کشی ہو جائے گی اور مغرب کے مفکرین نے مکمل نسل کو ہلاک کرنے کی بجائے ان کے اذہان کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اسی مقصد کے لئے جابجا مراکز' تربیت کے ادارے اور مختلف قسم کی مراعات دی جا رہی ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں ؎

مباش ایمن از علمے کہ خوانی
کہ از وے روح قومے می تواں کشت

(ارمغان حجاز)

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم

ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے
خلاف

در اکبر آلہ آبادی فرماتے ہیں ۔

یوں قتل سے بچوں کے کہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

علامہ سر محمد اقبال لکھتے ہیں کہ " عہد حاضر کے تنقیدی فلسفوں اور علوم طبعی کے اختصاص نے انسان کی حالت بہت ناگفتہ بہ بنا رکھی ہے اس کے فلسفہ فطرت نے بے شک اسے یہ صلاحیت بخشی کہ قوائے فطرت کی تسخیر کرے مگر مستقبل میں اس کے ایمان و اعتقاد کو چھین کر، اور مسلمان کا ایمان و اعتقاد ہی سب سے قیمتی و نایاب دولت ہے۔

مغربی تعلیم کے نتائج

اس تعلیم کے نتائج جدید نسل میں کچھ اس طرح کے نظر آتے ہیں : اسلام کو صرف نجی معاملہ، مغربی جمہوریت کو سیاست، سوشلزم کو اپنی معیشت قرار دیتا ہے۔ علماء اسلام کو پادریوں جیسا، مذہب کو تحقیق و انکشاف کی راہ میں رکاوٹ، ہر میدان میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ ہر میدان میں دوڑ کی کھلی اجازت دینا، اسلام کے قانون میراث، قانون شہادت، ضابطہ نکاح و طلاق کو قرون وسطی کے مسلمانوں کا اجتہاد اور ابتدائی محدود معاشرے کا منطقی نتیجہ سمجھنا اور اس کی ترمیم و تغیر کو وقت کا اہم تقاضا خیال کرنا۔ سود، شراب، قمار، جنسی تعلقات میں آزادی کو معیوب خیال نہ کرنا، لاطینی رسم الخط کی افادیت و اہمیت پر یقین رکھنا، اسی

طرح کے اور بہت سے رجحانات ہیں جو نسلِ نو کے نزدیک حقائق و مسلمات کا درجہ رکھتے ہیں اور روشن خیالی، ترقی اور اعلیٰ معیار کی علامت متصور ہوتے ہیں۔

ہم ایسی تعلیم کے نتائج دیکھ رہے ہیں کہ یورنیورسٹی سے پوسٹ گریجویٹ سے اگر دعائے قنوت سنانے کے لئے کہا جائے تو وہ اسے یاد نہیں ہو گی۔ دوسرا کلمہ صحیح نہیں سنا سکتا۔ کلمہ طیبہ کی املا تک غلط لکھتا ہے۔ نماز جنازہ تک یاد نہیں ہے۔ فرائض نماز تک اسے معلوم نہیں ہوتے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو قرآن پاک ناظرہ تک پڑھنا نہیں جانتے۔ صرف وہ مسلمان کہلاتے ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گئے ہیں باقی ان کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، پہننا سونا اور دیگر عادات واطوار کوئی بھی تو اسلامی دکھائی نہیں دیتے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مغرب نے تیرا
کہاں سے آئے آواز لاالہ الااللہ

۶- عدل و انصاف کا مسئلہ

دنیا میں آج جس قدر برائی پنپ رہی ہے جو ظلم و زیادتیاں ہو رہی ہیں یہ سب کی سب عدل و انصاف کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہیں۔ اس وقت ساری دنیا میں کسی جگہ بھی عدل و انصاف کا صحیح نظام نافذ نہیں ہے۔ مغرب کے ہاں تو انصاف ملتا نہیں بلکہ خریدنا پڑتا ہے۔ ایک بین الاقوامی عدالت انصاف بنائی ہوئی ہے جس میں آج تک کسی مقدمہ کا

صحیح فیصلہ نہیں ہو سکا۔ جو مقدمہ بھی اس عدالت میں لے جایا جاتا ہے اس میں ساری عمر گزر جاتی ہے لیکن یہ تک معلوم نہیں ہو سکتا کہ جارح کون ہے اور مجروح کون؟ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ جس طرح ہر ملک کی حکومت نے عدلیہ کو انتظامیہ کے ماتحت کر رکھا ہے جس سے وہ اپنی مرضی کے جج مقرر کرتی ہے اور ان سے پھر اپنی مرضی کے فیصلے کرواتی ہے' اسی طرح مغربی ممالک نے تمام دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے بین الاقوامی عدالت انصاف قائم کی ہوئی ہے جس میں ایسے جج مقرر کیے جاتے ہیں جو سامراجی قوتوں کے آلہ کار کے طور پر کام کرتے ہیں۔

ان کے پیش نظر سب سے پہلے مغرب کے مفادات ہوتے ہیں اور وہ مغرب کے لئے ہی کام کرتے ہیں۔ ۴۸ سال تقریباً نصف صدی ہونے کو آئی لیکن وہ عدالت کشمیر کا فیصلہ نہیں کر سکی اور نہ یہ فیصلہ کرنے کے موڈ میں ہے۔ فلسطین و بیت المقدس کا مسئلہ بھی کئی سالوں سے کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ البتہ جس مقدمہ کا فیصلہ امریکہ یا اس کے حواری کرانا چاہتے ہیں وہ بہت جلد ان کی مرضی و منشاء کے مطابق فیصلے ہو جاتے ہیں۔ چاہے عراق اور کویت کی لڑائی میں کودنے کا مسئلہ ہو یا عراق و ایران اور لیبیا وغیرہ پر اقتصادی پابندیاں لگانے کا معاملہ ہو کیونکہ یہ سب مغربی ممالک کے مفاد میں ہے۔ یہ تو تھا بین الاقوامی عدالت انصاف کا حال باقی یہاں تک ان ملکوں کی اپنی عدالتوں کا نظام ہے وہ بھی کوئی قابل فخر نہیں ہے کیونکہ امریکہ جیسے متمدن و مہذب کہلانے والے ملک میں طبقاتی نظام رائج ہے' گوروں کے لئے الگ عدالتیں ہیں اور حبشیوں اور دیگر قوموں کے لئے

جدا' پھر وہاں پر ہر شخص کی عزت و توقیر کا پیمانہ اس کی دولت و امارت پر ہے۔ وہاں جو حقوق وہاں کے باشندے گورے کو حاصل ہیں وہ سیاہ فام باشندے کو حاصل نہیں ہیں۔ نیز ان کے ہاں عدل و انصاف کے پیمانے بھی دوسرے ہیں ایک ہی کام اگر گورا باشندہ کرے تو وہ جرم نہیں ہے اور اگر وہی کام حبشی باشندہ کرے تو قابل تعزیز جرم ہے۔ پھر ان کی جیلیں بھی الگ الگ ہیں۔ اسی طرح برطانیہ میں بھی ہے کہ کالے اور گورے الگ الگ رہتے ہیں ان کے سکول' کالج' ہوسٹل' پارک' عدالتیں وغیرہ سب کچھ الگ ہوتا ہے۔ پھر رائل فیملی کو عدالت کے معاملات سے مستثنیٰ رکھا ہوا ہے۔ جس طرح اشتراکی نظام میں حکومتی اداروں کے سربراہ کو مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔ فاشلزم اور نازی ازم میں حکومت کے کسی ادارے یا اس کے کسی کام پر تنقید کا حق نہیں دیا جاتا۔ حکومت جو کرتی یا کہتی ہے پس ہر ایک کو اس کے موافقت میں ہی رہنا پڑتا ہے یہاں تک کہ فکر و خیال' جذبات و رجحانات کی راہیں تک متعین کر دی جاتی ہیں اور مخالفت کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ کوئی مقدمہ قائم نہیں کیا جاتا اور نہ کوئی گواہیاں ہوتی ہیں اور نہ اپیلیں داخل کرانی پڑتی ہیں جو پارٹی کا مخالف ہے وہ موت کا حق دار ہے اور جو موافق ہے اس کی ہر چیز پارٹی کے تابع ہے۔ یہاں تک کہ اس کی زبان بھی پارٹی کی موافقت ہی کرے گی اور سوچ بھی۔

اس کے علاوہ ہر ملک میں اب یہی ہو رہا ہے کہ جس کا دل چاہتا ہے کہ کوئی جھوٹا مقدمہ دوسرے پر قائم کر دیتا ہے' جھوٹے گواہ پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ پیسے کے زور پر سیاست یا پارٹی کے سرکردہ اعلیٰ افراد کا

دباؤ یا رشتہ داریوں کا دباؤ ڈال کر عدل و انصاف کا آئے دن خون کیا جاتا ہے۔ سرمایہ دار، یا اثر و رسوخ والے کو کوئی پوچھنے والا نہیں اس کا ظلم دن بدن پروان چڑھتا رہتا ہے۔ غریب مظلوم اور بے دست و پا ظلم و بربریت کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ ایسوں کی فریاد رسی کرنے والا کوئی نہیں۔ آج عدالتوں میں وکلاء کج بحثی کر کے ظلم پر انصاف کا رنگ چڑھا دیتے ہیں پھر آجکل گواہوں کی کوئی چھان بین نہیں کی جاتی اور نہ ہی گواہی کی ان شرائط کو ملحوظ رکھا جاتا ہے جس کا معیار اسلام نے قائم کیا ہے لہٰذا رشوت دے کر کسی کو بھی جھوٹی گواہی کے لئے تیار کر لیا جاتا ہے اس طرح عدل و انصاف کا دن دیہاڑے خون کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج کوئی بھی آدمی چاہے اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوا ہو وہ قاتل کے قتل کی گواہی دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ چور کی نشاندہی کر دے تو پھر ان لوگوں کے ہاتھوں اس کی تباہی یقینی بات ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کسی کو بھی کسی سے بھی انصاف نہیں مل رہا ہے اور تمام دنیا ایک اضطراب سے گذر رہی ہے۔ یہ تھے بڑے بڑے عالمی مسائل باقی تمام مسائل ان ہی کی پیداوار ہیں۔

باب سوم

ان مسائل کا حل سیرۃ طیبہ کی روشنی میں

وکلھم من رسول اللہ ملتمس
غرفاً من البحر اورشفاً من الدیم

(ترجمہ) اور سب کے سب اللہ کے رسول سے ہی التجا کرتے ہیں کہ اس دریائے کرم سے ایک چلو اس ابر رحمت سے ایک قطرہ ہی مل جائے۔

گذشتہ عالمی مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے اگر پوری دنیا کی طرف نظر دوڑائی جائے تو عالمی بے چینی، ظاہری و باطنی اضطراب، بدعملی و بدحالی، استیصال و اضمحلال، سسکتی و کراہتی ہوئی انسانیت کا ایک ایک فرد پکار پکار کر آپ کو آواز دے رہا ہے کہ اے انسانیت کے محسن اعظم اپنے دریائے رحمت سے ایک چلو یا ابر باران رحمت سے ایک قطرہ ہی عنایت فرمایئے تاکہ عصر حاضر سے کماحقہ نپٹا جاسکے کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت ہی وہ جادہ رہنما ہے جس میں ہم سب اپنے اپنے مصائب و آلام کا حل پا سکتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ان مسائل کا سیرۃ طیبہ کی روشنی میں حل تحریر کروں میں سیرۃ پر کیے گئے چند شبہات کا ذکر کروں گا تاکہ بات بالکل واضح اور میدان صاف ہو جائے۔

سیرۃ پر شبہات و جوابات

(i) یہ سیرت چودہ سو سال پہلے کے افراد کے لئے نمونہ تھی اب دنیا اور سائنس کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اب یہ عصر حاضر کے مسائل کا حل کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب باب اول انسان کے تحت دیا جا چکا ہے اس کے عجائب نہ تو ختم ہونے والے ہیں اور نہ مسلسل تکرار سے پرانے ہونے والے ہیں۔ نیز ارشاد ربانی ہے وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً (سورۃ سباء) "اور آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔" نیز آج تک سیرت مبارکہ کی کوئی ایک بات یا کوئی ایک ادا ایسی بتا دیں جو آج کے لئے یا قیامت تک کے لئے رہنمائی کا باعث نہیں ہو یا ناقابل عمل ہو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی ایک بات و ادا ایسی نہیں بتا سکتے جو مینارۂ نور و ہدایت نہ ہو۔

(ii) دوسرا شبہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ قرون اولیٰ میں آپ اسلامی سلطنت میں سیاسی، معاشی، معاشرتی، اور عدالتی ادارے قائم نہیں فرما سکے لہٰذا سیرۃ مقدسہ اب ان اداروں کی رہنمائی نہیں کر سکتی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ گو آپ اس وقت الگ الگ یہ ادارے قائم نہ فرما سکے لیکن اداروں کے مکمل قوانین پر آپ کی سیرت محیط نظر آتی ہے لہٰذا اسی خطوط پر خلافت راشدہ میں یہ سب ادارے قائم ہوئے اور آج تک ان اداروں کی بنیاد میں آپ ﷺ کی سیرت کی ہی جھلک نظر آتی ہے۔ بلکہ ان اداروں کے اغراض و مقاصد کم و بیش آج بھی وہی ہیں جو آپ نے اپنا

اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔

(iii) تیسرا شبہ یہ ہے کہ سیرۃ مقدسہ پہ عمل پیرا ہونے سے نہ تو کسی کا سر سلامت رہے گا اور نہ ہاتھ پاؤں' معمولی باتوں پر سر قلم اور ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے اور کوڑوں کی سزا سے انسانیت کی توہین ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جواب یہ ہے کہ اگر ہم بالکل صالح و پاک صاف معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافذ کردہ حدود و تعزیرات پر ہو بہو عمل کرنا ہو گا ورنہ جو چاہے کرلیں جرائم ختم نہیں ہو سکتے۔ آج بھی سعودی عرب جہاں کچھ حد تک یہ حدود و تعزیرات نافذ ہیں تمام دنیا سے وہاں کم جرائم ہوتے ہیں اور وہاں کوئی ہاتھ پاؤں کٹا بھی نظر نہیں آتا۔ نیز توہین تو اس کی ہوتی ہے جس کی کوئی عزت ہو۔ ایک چور' ڈاکو' زانی' ہیروئنچی وغیرہ کی کیا عزت ہے یہ تو انسانیت کے نام پر ناسور ہیں ان کے خاتمہ سے ہی صحت بحال ہو سکتی ہے۔

(iv) چوتھا شبہ یہ ہے کہ اس سیرت کے اپنانے سے ہم دقیانوسیت کا شکار ہو کر موجودہ ترقی یافتہ قوموں کا ساتھ نہیں دے سکتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیرۃ مقدسہ ہمیں کسی سائنسی' معاشی و معاشرتی ترقی سے نہیں روکتی یہ تو صرف ان ترقیات کی فلاح انسانیت کی خاطر حدود مقرر کرتی ہے تاکہ ہر قسم کی ترقی سے پورا معاشرہ اپنی تمام تر سہولت سے ثمر حاصل کر سکے نیز آج تک جتنی سائنسی ایجادات ہوئی ہیں ان کی بنیاد سیرت مقدسہ میں

ہی ڈالی گئی تھی۔ ان سب ایجادات کے بانی مسلمان سائنس دان ہی تھے۔

(۷) پانچواں شبہ یہ ہے کہ اگر سیرۃ طیبہ اتنی ہی اچھی و تمام پہلوؤں پر حاوی ہے تو پھر یہ صرف خلاف راشدہ تک ہی اس پر عمل کیوں ہوا اور ۳۰ سال کے عرصہ میں ہی یہ کیوں زوال پذیر ہو گئی اور جب ایک مرتبہ عروج کے بعد زوال پذیر ہو گئی ہے تو ایک ناکام چیز کو دوبارہ آزمانا اور اسے عصرحاضر کے مسائل کا صحیح حل ثابت کرنا سمجھ سے بالاتر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے یہ بات غلط ہے کہ اسوۂ حسنہ صرف ۳۰ سال تک ہی قابل عمل رہا اور پھر یہ ناکام ہو گیا۔ اس سیرۃ طیبہ کو جب بھی اس کی عائد کردہ شرائط کے مطابق روبہ عمل لایا گیا مسلم معاشرے میں خلافت راشدہ والی تمامتر خوبیاں ابھر آئیں اور سیرۃ طیبہ اپنی حقیقی صورت میں جلوہ گر ہو گئی اور زمین و آسمان نے اپنی تمامتر برکات اس سیرت پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے انڈیل دیں۔ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کے سیاسی نظام میں جو خرابیاں پیدا ہو گئیں تھیں وہ یقیناً تاریخ کا ایک حصہ ہے لیکن تمام تر فساد و انتشار کے باوجود اس عہد زریں سے تقریباً ۶۰ سال بعد ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے منصب خلافت پر بیٹھتے ہی اسی سیرۃ مقدسہ کو اس کی اصلی روح کے ساتھ جب دوبارہ نافذ فرمایا تو پورے معاشرے کی کایا ہی پلٹ گئی۔ خلافت راشدہ کا دور پھر پلٹ آیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سیرۃ طیبہ ناکام نہیں ہوئی بلکہ مسلمان خصوصاً حکمران طبقہ اس پر نہ خود عمل کر سکے

اور نہ عوام سے کروا سکے۔ غفلت و تساہل اور تعیشات کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے ساٹھ سال بعد اصلاح عمل کا عزم کیا سیرۃ طیبہ کو آزمایا تو ویسی ہی عمدہ' زرخیز اور بار آور ثابت ہوئی جیسی خلافت راشدہ میں ثابت ہو چکی تھی۔ اس کے چند سو سال کے بعد اس کے ایک حصہ جہاد کو ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں' پھر روس اور افغانستان کی جنگ اور پھر آج کل روس اور چیچنیا اور سرب اور بوسنیا میں عمل ہو رہا ہے اور کشمیری بھی اس حصہ (جہاد) کی جانچ کر رہے ہیں اگر ایمان پختہ ہو گا تو انشاء اللہ ضرور سیرۃ پاک کا یہ پہلو ہی کامیاب و کامران رہے گا۔ کیونکہ اس کا کبھی کوئی حصہ یا جزو ناکارہ یا ناکامیاب نہیں ہوا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

(حفیظ جالندھری)

ماحاصل

مندرجہ بالا شبہات اور اس جیسے بے شمار اعتراضات کہ اس سیرۃ طیبہ میں معاشی' سیاسی تعلیمی یا دیگر مسائل کا حل نہیں ہے۔ یہ شبہات ہی بیکار ہیں۔ سیرۃ طیبہ آج بھی قابل عمل ہے' کل بھی قابل عمل تھی اور قیامت تک قابل عمل و حلل المشکلات رہے گی۔ حقیقی بات جس پر اس بحث کا انحصار ہے یہ ہے کہ "کیا کوئی قوم' جماعت یا گروہ یا ملک دنیا میں ایسا موجود ہے جو مکمل طور پر اس سیرۃ طیبہ کو اسی طرح اپنانے کے لئے تیار ہو جس طرح صحابہ کرام نے اس کو اپنایا تھا کہ وہ اپنے

معاشی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی، تعلیمی و تمدنی نظام کو سیرت کے مطابق قائم کرے اور اپنی انفرادی سیرۃ اور اجتماعی احوال کو اسی سیرۃ طیبہ کا نمونہ و ماڈل بنائے؟ اگر کوئی قوم ایسی پیدا ہو گئی جو اپنے پورے نظام زندگی کو سیرۃ طیبہ کے سانچے میں ڈھالنے اور اس کے مطابق چلانے پر آمادہ ہو جائے تو پھر انشاء اللہ کوئی بھی مشکل نہیں رہے گی اور یہ دنیا ایک بار پھر خیر القرون قرنی کا نمونہ پیش کرے گی۔ اب میں عصر حاضر کی مشکلات کا حل اسی سیرۃ طیبہ کی روشنی میں مختصراً پیش کرتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک آج تمام دنیا ان ہی بڑے مسائل میں گھری ہوئی ہے باقی سب مسائل معمولی ہیں جو انہیں سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ امن و سکون کا مسئلہ

آج بھی دنیا بربادی کے اسی پہلے نقطہ عروج پر پہنچ چکی ہے جب انسان اپنی انسانیت کھو چکا تھا۔ پوری دنیا میں امن و سکون مٹ چکا تھا، تنگ نظری، مذہبی، رنگ و نسل، وطن و ملک کے تعصبات میں انسان مبتلا ہو کر خون کی ہولی کھیل رہا تھا۔ آج پھر جہالت اپنی اصل کی طرف لوٹ گئی ہے۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا ہے، پہلے تو کسی کے خون کرنے کی وجہ ہوتی ہو گی آج تو بغیر کسی وجہ کے خون کر دیا جاتا ہے۔ نہ مرنے والے کو پتہ کہ کیوں مارا اور نہ مارنے والے کو علم، بہرحال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہی تشریف لا کر دنیا کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا۔ صدیوں کے دشمن آپس میں حقیقی بھائیوں سے زیادہ پیارے ہو گئے۔

(الف) حضور ﷺ کا اعجاز

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جسے اپنے اسوۂ حسنہ کی دعوت دیتے ہیں اس کے ماننے والے کو مسلمان اور مومن کہتے ہیں اور رب تعالیٰ کا صفاتی نام بھی سلام و مومن اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں بھی سلام و مومن ہے ان صفات کا مادہ سلم اور امن ہے اس کے معنی سلامتی اور امن کے ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سلامتی و امن بخشنے والا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سلامتی و امن کو دنیا پر قائم فرمانے کے لئے تشریف لائے اور اس سلامتی و امن کا حق دار دنیا اور آخرت میں مسلمان اور مومن ہی ٹھہرا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو امن و سکون چاہتا ہے وہ دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آجائے۔

مجھ کو کیا ہو کہ فرنگی ہوس خام میں ہے
امن عالم تو فقط دامن قرآن میں ہے

ارشاد ہے واذکروا نعمة اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانًا وکنتم علیٰ شفا حفرة من النار فانقذکم منها سورۂ آل عمران ۱۰۳) "اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی جب تم دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردی تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔"

"اوس اور خزرج دونوں قبیلے معمولی بات پر ۱۲۰ سال تک باہم لڑتے چلے آرہے تھے۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے' صرف آپ ﷺ نے اپنے اخلاق سے انہیں حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر بنا دیا تھا۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی رب تعالیٰ آپ ﷺ کی سیرۃ کا اس پہلو سے اعتراف فرماتے ہیں۔

والف بین قلوبهم لو انفقت مافی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبهم ولکن اللہ الف بینهم انه عزیز حکیم (سورۂ انفال ۶۳) "اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔"

یہ آپ ﷺ کا اعجاز ہے کہ جو چیز ساری دنیا کی دولت خرچ کر کے بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی وہ صرف آپ ﷺ کے اخلاق سے حاصل ہو گئی چنانچہ آج بھی عالمی امن قائم کرنے کے لئے آپ ﷺ کی معجز سیرۃ طیبہ کی ہی ضرورت ہے۔ قیام امن کے لئے مندرجہ ذیل اصول ہوں گے۔

(ب) وحدت نسل انسانی

نوع انسان پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احسان عظیم ہے کہ آپ نے وحدت انسانی کا وہ تصور دیا جو قومیت و طینت' لسانیت اور لونیت کے بتوں کو پاش پاش کر کے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیتا ہے جس میں گورے اور کالے' حبشی و مدنی' بلال حبشی و صہیب رومی

اور حضرت ابوبکر، عمر فاروق ایک خاندان اور مکہ کے ابوجہل و ابولہب دوسرا خاندان بن جاتے ہیں۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجمی است

ارشاد ہوا یایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثی و جعلناکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا اور تمہاری مختلف شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ باہم پہچان ہو سکے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی بزرگ ترین ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

آپ ﷺ کی سیرت کی یہ ایک آیت ہی ان تمام اصولوں کی جامع ہے جن پر عمل پیرا ہو کر اقوام عالم حقیقی امن حاصل کر سکتی ہیں۔ اس میں ناس کا لفظ جو انس، محبت اور الفت کا معنی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ماسمی الانسان الا لانسہ "کہ انسان کو انسان انس کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی انسان وہ ہے جو دوسرے انسان سے محبت رکھے خواہ وہ اس کی قوم، ملک، رنگ و نسل کا ہو یا نہ ہو کیونکہ انسانیت میں سب شامل ہیں۔

دوسری بات اس آیت سے وحدت انسانی کا تصور سامنے آیا اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سارے انسانوں کا خون یکساں، ان کا رنگ یکساں ہے اور انسان تمام مخلوقات سے افضل تو اس کا خون بھی سب سے

محترم ہے۔ اس آیت میں وحدت انسانی کے مختلف اسباب بھی متعین کیے گئے ہیں۔ وحدت انسانی، وحدت خالق، وحدت نسلی، وحدت تکریم، انہیں وحدتوں سے امن و سکون کا محل تعمیر کیا جاتا ہے۔

یہی وہ اعلان ہے جس نے اقوام عالم کو ایک خاندان قرار دے کر اعلان فرمایا ولکم فی اللارض مستقر و متاع الی حین (سورۃ البقرہ) "تم سب کے لئے زمین میں قرار (وطن) ہے او وقت مقررہ تک زمین سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

(ج) عیال الٰہی

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی وحدت کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ الناس عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن عیالہ (مشکوۃ و نزھتہ المجالس) "تمام انسان خدا کا کنبہ ہیں سب لوگوں میں بڑا محبوب خدا کے نزدیک وہ ہے جو اللہ کے کنبے سے بھلائی کرے۔"

(د) خطبہ حجتہ الوداع

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبل الرحمت پر حقوق انسانی کا منشور یوں پیش فرمایا ایھا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لافضل العربی علی عجمی ولالعجمی علی عربی ولا لاحمر علی الاسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی (مشکوۃ و ابوداؤد و احیا) "لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، خبردار کسی عربی کو کسی عجمی پر

اور کسی عجمی کو عربی پر اور سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

(ھ) عصبیت کی ممانعت

آپ ﷺ نے عصبیت کو اس کی جڑ اور بن سے اکھاڑ پھینکا۔ ارشاد فرمایا لیس منا من دعا الی العصبیة و لیس منا من قاتل عصبیة ولیس منا من مات علی عصبیة (مشکوۃ) "وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کے لئے جنگ کرے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے۔"

آپ ﷺ نے عصبیت کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ان تعین قومک علی الظلم (مشکوۃ) "یعنی عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرو۔" یہ انسانی حقوق کی سب سے پہلی دستاویز ہے جس پر آپ نے سب سے پہلے عمل فرمایا۔ اگر سبھی لوگ ان اصولوں کو مان لیں تو دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

(و) مذہبی رواداری

معاشرے میں انتشار و افتراق کی بڑی وجہ تنگ نظری اور تعصب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تنگ نظری کو عملاً ختم کر کے معاشرے کی تشکیل رواداری پر رکھی آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے، آپ نے مذہب کے باب میں بھی وسعت ظرف اور بلند حوصلہ کا ثبوت دیا جو تقاضائے انسانیت تھا۔

قرآن پاک بتاتا ہے کہ یہود و نصاری ایسی باتوں پر جھگڑتے رہت
تھے۔ ارشاد ہوا "یہود نے کہا کہ عیسائیوں کا دین بے بنیاد ہے اور
عیسائیوں نے کہا کہ یہود کا دین بے اصل ہے حالانکہ دونوں کتاب پڑھتے
ہیں ایسی ہی بات انہوں نے بھی کی جو بے علم ہیں" لیکن آپ کے ماننے
والوں کو حکم ہوا کہ پہلے پیغمبروں پر اور ان کے صحائف و کتب پر ایمان لا
فرض ہے۔ ارشاد ہوتا ہے والذین یؤمنون بما انزل الیک وما
انزل من قبلک (سورۃ البقرہ ۴۰) "پرہیزگار وہ ہیں جو قرآن مجید پر
ایمان رکھتے ہیں اور آپ سے پہلے نازل شدہ کتابوں پر۔ تفریق کی ممانعت
فرما دی۔" ارشاد ہوا لایفرق بین احد من رسلہ (سورۃ البقرہ
۲۸۵) "ہم اس کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔"

اور واضح اعلان فرما دیا ان الدین عنداللہ الاسلام (سورۃ
آلعمران ۱۹) "اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔" لیکن پھر بھی کوئی اس
آفتاب کی روشنی سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا تو اس پر کوئی دباؤ نہیں اس
لئے فرمایا لا اکراہ فی الدین "دین میں کوئی جبر نہیں"

اسلام وہ پہلا دین ہے جس نے امن عامہ کے فروغ کے لئے نہ
صرف یہ کہ مسلمانوں کی جان و مال کو قابل احترام قرار دیا بلکہ غیرمسلموں
کو بھی وہی تحفظ دیا۔

(ر) اہل کتاب کو دعوت

اہل کتاب کو دعوت دی کہ اس بات کو تو کم از کم تسلیم کرو جو
تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے۔ فرمایا یا اھل الکتاب

تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا و بینکم (القرآن) "اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہیں۔"

(ح) پیشواؤں کو گالی کی ممانعت

قرآن پاک امن عالم کے قیام کے لئے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں اور مذہبی پیشواؤں کو گالی دیں۔ ارشاد ہوا ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (سورۂ انعام ۱۰۸) "اور تم ان کو گالی نہ دو جو اللہ کے علاوہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں تو وہ دشمنی میں اللہ کو گالی دیں گے بغیر جانتے ہوئے" یہ اس کے لئے ہے جس کے سدھرنے کی امید ہو گستاخ رسول ﷺ ازلی بدبختوں کے لئے تو تبت یدا خود رب فرماتا ہے۔

(ط) پر امن بقائے باہمی

قرآن پاک نے پر امن بقائے باہمی کی خاطر اقوام عالم کو یہ تک کہا ہے اللہ ربنا و ربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجة بیننا و بینکم اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر (سورۂ شوریٰ ۱۵) "اللہ ہمارا رب اور تمہارا رب' ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ' ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہمیں اور تمہیں اکٹھا کرے گا اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

سیرۃ طیبہ کا یہ قانون ساری دنیا کی حفاظت کا ضامن ہے یہ قانون لوگوں کی آزادی کے ساتھ ساتھ ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اور مکمل مذہبی رواداری کا پرچار بھی کرتا ہے۔

(ی) جنت سے محرومی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من قتل معاه
لم یرح رائحة الجنة (تفسیر ابن کثیر) "جس نے غیر مسلم (جس
معاہدہ ہو) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔"

نیز فرمایا غیر مسلم پر ظلم کرنے والے یا اس کے حقوق میں
کرنے والے یا اسے طاقت سے زیادہ تکلیف دینے والے کی طرف
قیامت کے دن میں مستغیث ہوں گا۔ (ابوداؤد و مشکوۃ)

(ک) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عیسائی بش
سے گرجا "قمامہ" میں مصروف گفتگو تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا آپ
بشپ کے اصرار کے باوجو نماز گرجا گھر سے باہر پڑھی وجہ پوچھی تو فر
"میرے یہاں نماز پڑھنے سے خطرہ تھا کہ میرے بعد مسلمان اس گرجے
چھین لیتے کہ یہاں ہمارے خلیفہ نے نماز پڑھی ہے" (تاریخ ملت)

(ل) اداء مسلم

قیصر روم کے سامنے ایک رومی فوجی مسلمانوں کے حالات کا یو
تذکرہ کرتا ہے "اے بادشاہ وہ لوگ دن کو شہسوار ہیں اور رات میں ش
زندہ دار' وہ اپنے مفتوحین کا مال بے قیمت ادا کے استعمال نہیں کر
اور جس ملک میں داخل ہوتے ہیں امن و سلامتی کی برکتیں اپنے سا
لاتے ہیں لیکن جو قوم ان کا مقابلہ کرتی ہے اسے اس وقت تک نہ

چھوڑتے جب تک وہ ہتھیار نہیں ڈال دیتے۔" (مشاہیر اسلام)۔

چنانچہ قرآن پاک (سیرۃ طیبہ) ہی سب سے زیادہ روا داری اور بین الاقوامی شعور دیتا ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے پیغمبروں کو تسلیم کرنا اور دوسرے لوگوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی سے منع کرتا ہے اور سبھی قومیں اس سیرت کو اپنا لیں تو دنیا سے فتنہ و فساد' جدال و قتال اور باہمی چپقلشیں ختم ہو جائیں۔

(م) جان کا تحفظ

دنیا میں سب سے زیادہ لائق حفاظت انسانی جان ہے۔ پہلے لوگ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتے تھے۔ سیرۃ طیبہ نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ ارشاد ہوا :

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم ان قتلھم کان خطاء کبیرا ○ (سورۂ بنی اسرائیل ۳۱) " تنگ دستی کے سبب اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔"

قرآن پاک نے ہی انسانی جان کو جو تحفظ دیا وہ تحفظ کسی اور دستور یا کسی اور نظام میں موجود نہیں ہے۔ پہلے تو ترغیب و ترہیب سے خون ریزی بند کی پھر ان مفاسد کی روشنی میں امن و امان کے خلل کی نشاندہی کی' پھر گناہ سے یہ کہتے ہوئے بچایا۔

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (سورۂ بنی اسرائیل ۳۳) " ناحق کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے

حرام فرما دیا ہے۔"

(س) انسانیت کا قتل

قرآن پاک نے امن و امان کی اہمیت کے پیش نظر صرف ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا اور ایک انسان کی زندگی بچانے کو نوع انسان کی بقاء و حیات قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :

من قتل نفسًا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعًا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعًا (سورۃ مائدہ ۳۲) "اور جس نے قتل کیا کسی جان کو بغیر کسی جان کے بدلے اور فساد کے تو ایسا ہے جیسا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے زندہ کیا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا۔"

خصوصاً مومن کے قتل کے متعلق تو بہت سخت وعید و وعدہ ہے۔ ارشاد ہے :

ومن قتل مومنًا متعمدًا فجزاہ جھنم خالدًا فیھا و غضب اللہ علیہ و لعنہ و اعدلہ عذابًا عظیمًا (سورۃ النساء ۹۳) "اور جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کا بدلہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لئے عظیم عذاب ہے۔"

(ع) مال کی حفاظت

سیرت طیبہ میں جس طرح جان کی حفاظت کا قانون بنایا ہے، اسی

طرح سے مال کی حفاظت کی بھی ہدایات ملتی ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"جس نے قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لیا اللہ نے اس کی لیئے جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام کر دی ہے گو وہ پیاز کی لکڑی کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہوں۔" (مسلم شریف)

(ف) عصمت و عفت کی حفاظت

عزت و آبرو کی حفاظت کا جذبہ فطری ہے۔ قرآن پاک میں واضح حکم ہے ولاتقربوالزناء انه کان فاحشا وساء سبیلاً (سورۂ بنی اسرائیل ۳۲) "اور زناء کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ فحش اور برا راستہ ہے۔"

آج کل عزت و آبرو کی غیروں کی نظر میں کوئی قدر و قیمت نہیں رہی لیکن سیرۃ طیبہ میں یہ ایک بیش قیمت دولت ہے اس لئے زانی محصن کے لئے سنگسار اور غیر محصن کے لئے اسی ۸۰ کوڑے کی حد مقرر کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہونے والی اکثر لڑائیاں اور قتل زناء کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں۔ آج بھی امن و سکون کی خاطر انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ لازی ہے۔

(ص) عالمگیر اخوت و محبت

اسوۂ رسول ہمیں ایک اصول سکھاتا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (ریاض الصالحین) "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور

ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔"

(ث) زیردستوں سے سلوک

زیردستوں سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی من لائمکم من مملوککم فاطعموا مما تاکلون واکسوه مما تکسبون (مشکوۃ) "اپنے غلام سے نرمی کا سلوک کرو جو خود کھاؤ انہیں بھی کھلاؤ جو خود پہنو انہیں بھی پہناؤ۔"

(ض) عام شفقت

لا یرحم لا یرحم "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

(ط) پڑوسیوں سے حسن سلوک

آپ ﷺ کا فرمان ہے لایدخل الجنة من لا یامن جاره بوائقه (مشکوۃ) "وہ جنت میں نہیں جائے گا جس کا ہمسایہ اس کی شرارت سے محفوظ نہ ہو۔"

(ز) اطمینان قلب

آج پوری دنیا سے جو چیز مفقود ہے اور بڑی سے بڑی قیمت پر بھی میسر نہیں ہے وہ اطمینان قلب ہے۔ مال و دولت ہے، آل اولاد ہے، ہر طرح خوشحالی ہے لیکن دل کو سکون میسر نہیں اور یہ چیز صرف اور صرف سیرۃ طیبہ میں ہی ملے گی۔ ارشاد ہوتا ہے:

الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سورۂ الرعد ۲۸) " وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ تعالیٰ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔"

اس آیت میں ذکر سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بھی ہو سکتی ہے کیونکہ مذکر حضور ﷺ کا نام بھی ہے۔ ذکر کے معنی ہیں نصیحت، یاد دلانا، تذکرہ کرنا، خیرخواہی کرنا، عظمت و شرف ہر معنی کے لحاظ سے آپ مذکر ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے یاد دلانے والے، میثاق کا وعدہ یاد کرانے والے، آپ کائنات کے سچے خیرخواہ، آپ سے سب کو عزت ملی، اب معنی یہ ہوئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی دلوں کا چین ہیں کیونکہ حضور محبوب عالم اور مخلوق کی اصل ہیں اور ہر شئے کو محبوب سے چین اور اصل پر پہنچ کر راحت ملتی ہے اس لئے آپ ہی سب کے لئے امن و سکون کا باعث ہیں۔

۲۔ تہذیب و معاشرت کا مسئلہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کو تہذیب و معاشرت سکھانے تشریف لائے ہیں اس لئے آپ نے ہر ایک کے لئے اپنا بہترین طرز عمل چھوڑا ہے جس کا جائزہ مختصر طور پر لیا جاتا ہے۔

۱۔ لباس : آپ ﷺ کے لباس کو قرآن پاک نے ایسے بیان فرمایا ہے۔ یبنیٔ ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم و

ریشا و لباس التقوی ذلک خیر (سورۂ اعراف ۲۶) "اے اولاد آدم ہم نے تمہارے ستر ڈھانپنے والا اور تمہیں زینت دینے والا لباس تمہارے لئے مقرر کیا ہے اور لباس تقوی بہترین لباس ہے۔"

اس لئے آپ ﷺ کا لباس مبارک ساتر اور زینت بخش تھا اور بایں ہمہ لباس تقویٰ تھا جس میں ضرورت کا بھی لحاظ تھا اور اخلاق پابندیوں کا مظہر بھی تھا اور ذوق سلیم کا ترجمان بھی۔ آپ تکبر سے دور تھے اس لئے ٹھاٹھ سے رہنا پسند نہیں تھا۔ فرمایا انما انا عبد البس کما یلبس العبد (المواہب اللدنیہ) "میں تو خدا کا بندہ ہوں اور بندوں جیسا لباس پہنتا ہوں۔" ریشم' دیبا اور حریر مردوں کے لئے حرام فرما دیا' دوسری قوموں کے لباس کی نقالی سے منع فرمایا۔ آپ کا لباس معیاری ذوق کا آئینہ دار تھا۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۲۔ **کرتا :** قمیض پسند تھا اس کی آستین متوسط رکھتے لمبائی میں کلائی کے جوڑ تک ہوتیں پہنتے ہوئے پہلے سیدھی اور پھر الٹی طرف سے پہنتے' موسم کے لحاظ سے کبھی گریبان کھلا بھی رکھتے۔

۳۔ **لنگی :** آپ نے ہمیشہ تہ بند (لنگی) پہنی ہے۔ جسے ناف مبارک سے نیچے باندھتے اور ٹخنوں سے ذرا اونچا رکھتے' پاجامہ کو آپ نے پسند فرمایا البتہ آپ کے صحابہ پہنا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے خریدا تو تھا لیکن پہننے میں اختلاف ہے' آپ نے پاجامہ یعنی شلوار کی تعریف کی' فرمایا : مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے زیادہ ستر پوش لباس کوئی اور نہیں پاتا۔ (المواہب)

۴- **عمامہ :** سر پر پگڑی مبارک پہنتے جو نہ بھاری ہوتی نہ چھوٹی' اس کا شملہ بالشت بھر ضرور چھوڑتے جو پیچھے کی جانب شانوں کے درمیان رہتا' کبھی عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کی دھجی (رومال) سر پر لپیٹ لیتے' عمامہ کو چکنائی سے بچانے کے لئے قناع بالوں پر رکھ لیتے اسے آپ نے کبھی میلا نہ ہونے دیا۔ سفید' زرد' مٹیالا' خاکستری مائل اور فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ استعمال فرمایا' نیچے کپڑے کی ٹوپی ضرور پہنتے تھے اور اسے شعار اسلام قرار دیا کبھی صرف ٹوپی بھی پہنی ہے۔

۵- **چادر :** اوڑھنے کی چادر ۴ گز لمبی سوا دو گز چوڑی تھی' کبھی لپیٹ لیتے کبھی ایک پلو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈالتے' معزز ملاقاتیوں کے لئے کبھی اسے بچھا بھی دیتے۔ یمنی چادر جس میں سبز یا سرخ دھاریاں ہوں آپ کو از حد پسند تھی۔ نیا لباس جمعہ کے دن پہنتے اور رب کی حمد و ثنا فرماتے۔ فاضل جوڑے بنوا کر نہیں رکھتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند لگا لیتے اور کبھی کبھار تحدیث نعمت کے طور پر رومی جبہ و طیلسانی قسم کا کسروانی جبہ بھی زیب تن فرمایا۔ (المواہب)

۶- **رنگ :** کپڑوں کے لئے سب سے بڑھ کر سفید رنگ مرغوب تھا۔ فرمایا سفید کپڑے پہنو اور سفید ہی مردوں کو کفن دو کیونکہ یہ پسندیدہ تر اور پاکیزہ تر ہے۔ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ) اس کے بعد سبز رنگ دھاریاں پسند تھیں سرخ شوخ رنگ سے منع فرمایا۔

۷- **جوتا مبارک :** آپ کی نعلین مبارک چپل یا کھڑاؤں جیسی تھی جس کے دو تسمے تھے ایک انگوٹھے و ساتھ والی انگلی میں اور

دوسرا چھنگلیا اور ساتھ والی انگلی کے درمیان رہتا تھا۔ یہ ایک بالشت اور دو انگل لمبا تھا کبھی کھڑے اور کبھی بیٹھ کر پہنتے تھے۔ پہنتے ہوئے داہنی طرف پہلے اور اتارتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں نکالتے تھے۔

۸- جرابیں و موزے : آپ ﷺ نے جرابیں اور موزے بھی پہنے ہیں شاہ نجاشی اور حضرت دِحیہ کلبی نے آپ کو موزوں کا تحفہ دیا جسے آپ نے پھٹنے تک پہنا۔ ان پر مسح بھی فرمایا۔

۹- انگوٹھی : آپ نے چاندی کی پہنی جس میں کبھی چاندی کا اور کبھی حبشی پتھر کا نگینہ تھا۔ چھنگلیا میں پہنتے اور نگینہ ہتھیلی کی طرف رہتا اس پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا تھا جو سرکاری مہر کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔ سیاسی منصب کی وجہ سے اس کا استعمال تھا۔

۱۰- وضع قطع و آرائش : آپ ﷺ نے اپنے بال مبارک بہت سلیقے سے رکھے ان میں اکثر تیل ڈالتے، کنگھا فرماتے، مانگ نکالتے لبوں کو تراشتے داڑھی کو چھوڑ دیتے البتہ قینچی سے ہموار فرماتے، آپ نے فرمایا جو شخص سر یا داڑھی کے بال رکھتا ہو اسے چاہئے کہ ان کو سلیقے سے رکھے۔ سفر و حضر میں سات چیزیں ہمیشہ ساتھ رکھتے۔ تیل کی شیشی، کنگھا، ہاتھی دانت کا بھی، سرمہ دانی کالی، قینچی، مسواک، آئینہ، لکڑی کی پتلی کھچی، رات کو تین تین سلائی سرمہ لگاتے، خوشبو میں ریحان، مہندی، مشک اور عود پسند تھی۔

۱۱- رفتار : آپ ﷺ کی چال مبارک عظمت و وقار شرافت و متانت کی حامل تھی۔ مضبوطی سے قدم جما کر چلتے۔ قدرے آگے کو جھکاؤ

ہوتا تیز رفتار تھے جیسے آپ کے سامنے زمین جھکی جارہی ہے، صحابہ کرام بھاگ بھاگ کر آپ کا ساتھ دیتے، پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے۔

۱۲۔ **تکلم :** آپ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کرلیتا بلکہ الفاظ گنے جاسکتے تھے۔ الفاظ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ نہ کوتاہ سخن، نہ طویل گو، تاکید، تفہیم اور تسہیل کے لئے خاص الفاظ کو تین تین مرتبہ دھراتے کبھی، کنایہ بھی فرماتے۔ فحش، مکروہ اور بے حیائی کے کلمات سے نفرت تھی۔ دوران گفتگو ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ دوران گفتگو بار بار آسمان کی طرف دیکھتے، بات کی وضاحت کے لئے ہاتھ اور انگلیوں کے اشارات سے مدد لیتے، ڈراتے ہوئے زمین پر ہاتھ مارتے، آپ افصح العرب تھے، ادب کے کمال کے ساتھ ساتھ کلام بالکل عام فہم ہوتا" کبھی کوئی گھٹیا بازاری لفظ استعمال نہیں فرمایا اور نہ کبھی مصنوعی طرز اپنائی، جب آپ کی فصاحت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ادبنی ربی ونشئات فی بنی سعد "کہ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا ہے اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی ہے۔" نیز فرمایا اعطیت بجوامع الکلم (مسلم) "میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔"

۱۳۔ **عام سماجی رابطے :** آپ ﷺ نے تاسیس اخوت سے لوگوں کو باہم دگر مربوط بنا دیا تھا بخلاف آج کے متمدن مغرب کے "کسے را باکسے کارے نباشد" یہ فضا بڑی انسانیت کش ہے آپ کی سیرت مقدسہ کی روشنی میں اس فضا کو بدلنا ضروری ہے۔

۱۴۔ **سلام :** آپ ﷺ کا معمول تھا کہ راستہ میں ملنے والوں کو

سلام فرماتے اور ہمیشہ پہل فرماتے۔ پیغام بھجواتے ہوئے بھی سلام ضرور
کہلواتے، لڑکوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے، گھر میں داخل
ہوتے اور نکلتے ہوئے سلام کہتے، احباب سے معانقہ اور مصافحہ بھی فرماتے
اور ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک دوسرا خود ہاتھ الگ نہ کر لیتا۔

۱۵۔ **مجلس** : مجلس میں تشریف لے جاتے تو کسی کے اٹھنے کو ناپسند
فرماتے، جس جگہ گنجائش ہوتی وہیں بیٹھ جاتے، کندھے پھلانگ کر نہ گھستے
فرمایا اجلس کما یجلس العبد "میں اسی طرح بیٹھتا ہوں جس
طرح ایک بندہ بیٹھتا ہے۔" کوئی آتا تو اعزاز کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے
آنے والا جب تک خود نہ اٹھتا مجلس سے الگ نہ ہوتے۔ اہل مجلس میں
جو موضوع چل رہا ہوتا اس میں شامل ہو جاتے، کسی کی بات کو آپ کبھی
نہیں کاٹتے مگر جو حق کے خلاف ہوتی اسے فوراً ٹوک دیتے انتہائی تکدر کی
صورت میں جو صرف دینی امور میں ہوتا تھا احساس کی خاطر یہ ہوتا کہ
آپ اس کے سلام کا جواب نہ دیتے یا عدم التفات دکھاتے تھے۔ ہدیہ کا
بدلہ دیتے، بدسلوکی کا بدلہ نہ لیتے بلکہ ہمیشہ درگذر فرماتے۔

۱۶۔ **عیادت** : بیماروں کی عیادت کو یاد سے تشریف لے جاتے۔
بیمار کی نبض، پیشانی اور کبھی سینے و پیٹ پر دست شفقت پھیرتے۔ پوچھتے
کیف تجد "طبیعت کیسی ہے؟" کھانے کا پوچھتے اگر مریض کسی چیز
کی خواہش کرتا اگر مضر نہ ہوتی تو منگوا دیتے۔ تسلی دیتے، شفاء کے لئے
دعا فرماتے، مشرک چچاؤں کی بیمار پرسی بھی فرمائی۔ ایک یہودی بچے کی بھی
عیادت فرمائی۔ عالم نزع میں تشریف لے جاتے، کلمہ طیبہ کی تلقین
فرماتے۔ میت کے لواحقین سے ہمدردی و صبر کی تلقین فرماتے، رونے سے
روکتے، تجہیز و تکفین میں جلدی کرتے، مسلمانوں کے جنازے خود پڑھاتے

اور مغفرت کے لئے دعا فرماتے' تلقین فرماتے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا پکوا کر بھجوائیں۔

۱۷۔ **بچوں سے شفقت :** بچوں سے بہت محبت فرماتے' ان کے سروں پر ہاتھ مبارک پھیرتے' پیار کرتے' دعا دیتے' ننھے بچوں کو گود میں لے لیتے' انہیں بہلاتے' ایک معصوم بچے کو بوسہ دیتے ہوئے فرماتے أنهم لمن ريحان الله "یہ بچے تو خدا کے باغ کے پھول ہیں" بچوں کے اچھے نام تجویز فرماتے' انعامی دوڑ بھی کرواتے' بچوں سے دل لگی فرماتے' اپنی سواری پر بٹھاتے' نیا پھل کم عمر بچے کو دیتے۔

۱۸۔ **بوڑھے :** آپ ﷺ بوڑھوں کا بے حد احترام فرماتے' فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکر کے والد ضعیف العمر تھے' بیعت اسلام کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے' فرمایا انہیں کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔ مروت کی انتہا تھی کہ مدینہ کی ایک فاترالعقل عورت آئی آپ نے فرمایا تم چلو میں کسی جگہ بھی تمہاری بات سنتا ہوں' چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور اس کا کام کر کے واپس تشریف لے آئے۔

۱۹۔ **نجی زندگی :** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ گھر میں کیا کرتے تھے ؟ فرمایا کہ آپ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے' اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود فرماتے' بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتے۔ (شمائل ترمذی) نیز اپنے کپڑوں میں خود ہی پیوند لگا لیتے' جوتے کی مرمت فرما لیتے' بوجھ اٹھاتے' جانوروں کو چارہ ڈالتے' خادم کے ساتھ مل کر ہاتھ بٹاتے۔ لوگوں نے یہ

بھی دریافت کیا کہ گھر میں کیا رنگ رہتا؟ ام المومنین نے فرمایا الین
الناس بساما ضاحکاً (مواہب) سب سے زیادہ نرم خو، متبسم خندہ
جبینی ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی خادم کو نہیں جھڑکا۔ ازواج
مطہرات کے نان و نفقہ اور ضروریات کا انتظام فرماتے، ان کی تعلیم و
تربیت بھی فرماتے اور ان کے ذریعہ پوچھے گئے دوسری عورتوں کے
سوالوں کے جوابات بھی دیتے پھر بھی گھر کی فضا بوجھل نہ ہونے دیتے۔
ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا کو شوخی سے بات کرتے ہوئے پایا مارنے کو چلے، حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ٹھنڈا کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
تو باہر چلے گئے بعد میں آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا دیکھا میں نے
تمہیں اس شخص سے بچا لیا۔

۲۰ - مسکن مبارک : آپ ﷺ نے بڑی بڑی عمارتیں نہیں
بنوائیں اور نہ ہی ان کو قیمتی سامان سے سجایا تھا اور نہ ہی ان میں زیادہ
سامان جمع کیا بس بہترین مسافرانہ قیام گاہیں تھیں، ان میں گرمی سردی سے
بچنے کا اہتمام تھا، جانوروں کی مداخلت سے بچاؤ کا انتظام، پردہ داری کا
بندوبست تھا اور حفظان صحت کے ضروری پہلو ملحوظ تھے، آپ نے مسجد
کے ساتھ ازدواج مطہرات کے لئے حجرات (چھوٹے چھوٹے کمرے) بنوا
لئے تھے، بجز صفائی کے اور کسی طرح کی آرائش نہ تھی۔ (زادالمعاد)

۲۱ - سامان : چند سادہ برتن لکڑی کا ایک پیالہ، چمڑے کے گدے
کا بستر، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، بان کی بنی ہوئی چارپائی،
ٹاٹ کا بستر بھی استعمال فرمایا ہے زمین پر چٹائی بچھا کر بھی آرام فرماتے

تھے۔ کھری چارپائی کے نشانات بدن مبارک پر دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیئے تھے۔ (شمائل)

۲۲ - **اکل و شرب :** کھانے پینے کا ذوق نفیس تھا، گوشت رغبت سے تناول فرماتے، زیادہ ترجیح دستی، گردن اور پٹھ کے گوشت کو دیتے۔ ثرید مرغوب تھا، پسندیدہ چیزوں میں شہد، سرکہ، خربوزہ، ککڑی، لوکی کھچڑی، مکھن کے ساتھ کھجور، کھرچن، زیادہ انس سے کھاتے تھے۔ مریضوں کے لئے حریرہ تجویز فرماتے، میٹھا پکوان بھی پسند تھا، جو کے ستو بھی استعمال فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بادام کے ستو پیش کئے تو انکار فرما دیا کہ یہ امراء کی غذا ہے، پینے میں میٹھا پانی، کچی لسی، شہد کا شربت رغبت سے استعمال فرماتے تھے۔

۲۳ - **دسترخوان :** افراد کا الگ الگ بیٹھ کر کھانا ناپسند تھا۔ دسترخوان پر ہاتھ دھونے کے بعد جوتا اتار کر بیٹھتے، سیدھے ہاتھ سے کھانا لیتے اور آگے سے کھاتے۔ ہر لقمہ پر بسم اللہ پڑھتے زیادہ گرم کھانا نہ کھاتے کھانا صرف تین انگلیوں سے کھاتے اور ان کو لتھڑنے نہیں دیتے تھے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں اور کھڑے ہو کر کھانا منع فرما دیا۔ کانچ، مٹی، تانبے اور لکڑی کے برتنوں کو استعمال میں لاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر دعا مانگتے اور ہاتھ ضرور دھوتے تھے۔ پھل بھی آپ نے تناول فرمائے ہیں۔ پانی تین سانس میں پیتے، آغاز بسم اللہ سے اور اختتام الحمدللہ والشکر للہ پر فرماتے، عموماً بیٹھ کر پیتے لیکن آپ نے آب زمزم کھڑے ہو کر بھی پیا ہے۔ مجلس میں کوئی چیز آتی تو پہلے دائیں طرف والے کو

عنایت فرماتے' خود آخر میں پیتے تھے۔ کھانے پینے کی چیزوں کو پھونک مارنا یا ان کو سونگھنا ناپسند فرماتے' کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانکنے کا حکم دیا ہے۔ یہ وہ تہذیب و معاشرت ہے جس سے ہم آج بھی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

۳۔ سیاست کا مسئلہ

وہ ہادی برحق جنہوں نے عقائد و افکار کی وسیع و عریض دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر دیا' وہ مصلح اعظم جس نے خستہ حال معاشرے کو صحت مند اور خوشحال معاشرہ میں بدل دیا' جس نے سیاست و قانون کو نفاق سے نکال کر اخلاق کی اعلیٰ و ارفع اساس عطا فرمائی' وہ ہمہ پہلو شخصیت سربراہ مملکت بھی ہے' سپہ سالار بھی' مقنن بھی ہے' قاضی و حکم بھی' وہ دوسری اقوام و ممالک کے ساتھ معاملات کو بھی اخلاقی بنیادوں پر قائم کرنے کا ایک ایسا معیار قائم کرتا ہے کہ پوری تاریخ ادیان عالم بلکہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ا۔ **سیاست دان کی تعریف** : ایک سیاست دان سے عموماً ایک ایسی شخصیت مراد ہوتی ہے جس میں سیاست کا جوہر تو پورے کمال پر ہو لیکن اس کی زندگی کے دوسرے پہلو چنداں قابل ذکر نہیں ہوتے' اس لحاظ سے ہم آپ ﷺ کو سیاست دان کا نام ہرگز نہیں دے سکتے کیونکہ اولاً تو ایک سیاست دان کی عقل بیسیوں معاملات میں ٹھوکر کھا سکتی ہے۔ لیکن آپ معصوم ہیں۔ دوسرے یوں کہ سیاست دان کے پیش نظر کئی ذاتی' قومی' مادی مفادات ہوتے ہیں لیکن آپ کے متعلق کوئی ایسا تصور بھی محال ہے کیونکہ آپ کے نزدیک سب کچھ صرف رضائے الٰہی اور امت

مسلمہ کی فلاح و بہبود اور انہیں جہاں بانی و جہاں دانی سکھانے کے لئے تھا۔ لہٰذا آپ کی سیرت سیاستدانوں کے لئے بھی قابل تقلید ہے۔

۲۔ معیاری سیاست دان : سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک اچھے سیاستدان کا معیار کیا ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک اچھا سیاستدان وہ ہوتا ہے جس کے تنظیمی اصول و ضوابط اس قدر عمدہ اور نفیس ہوں اور اس کی خارجہ پالیسی اس قدر کامیاب و کامران ہو کہ وہ ایک عظیم اور ایسی مستحکم ریاست کی تشکیل کرے جو عرصہ دراز تک مستحکم و مضبوط اور قائم رہے۔

۳۔ تاریخ شہادت : یہ ناقابل تردید تاریخی شہادت ہے کہ آپ ﷺ نے وہ بستی جسے پہلے تاریخ یثرب کے نام سے پکارتی تھی آتے ہی آپ نے اس کا نام ہی تبدیل نہیں کیا بلکہ اس کے سنگریزوں کو اس قدر چمکایا کہ اسے مدینہ منورہ اور مدینتہ النبی کے نام سے پکارا جانے لگا" آپ نے اسے طیبہ بنا دیا کیونکہ سب سے پہلی اسلامی ریاست بننے کا شرف اسے ہی حاصل ہوا۔ جب آپ نے یہ کارنامہ انجام دیا اور اس وقت دو سپر پاورز عظیم سلطنتیں موجود تھیں۔ آپ کسی سپر پاور کے سامنے نہ تو جھکے اور نہ ہی ان کی طرف کسی تعاون کا دست سوال دراز کیا۔ بلکہ اپنے بل بوتے پر اسلامی بلاک کو اس قدر مستحکم کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دونوں سپر پاورز اسلامی بلاک کے زیر نگیں آگئیں۔ اور آپ کے دور میں اسلامی سلطنت کا رقبہ تقریباً دس لاکھ مربع میل تک پھیل گیا۔ اور یہ آپ کی سیاسی فہم و فراست کا ہی کرشمہ تھا کہ عرب جیسی اجڈ اور بے مایہ قوم نے صرف دس سال کے اندر مغربی سندھ اور ہند تک کے

تقریباً ۲۲ لاکھ مربع میل کے علاقے تک اسلام کا علم سربلند کر دیا اور آج دنیا پر ایک ارب مسلمان آپ کے ہی کلمہ کا ورد کرتے ہیں۔ آپ نے سیاست کے وہ اصول و ضوابط عالم انسانیت کو عطا فرمائے جن کی نظیر عصرحاضر تک کوئی قوم پیش نہیں کر سکی اور جو آج بھی تمام قوموں کے لئے رہنمائی کا پیغام دیتے ہیں۔ ان اصولوں کی کامیابی کا لوہا اغیار بھی مانتے ہیں۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں "محمد ﷺ" کے آرٹیکل میں اس کا اعتراف موجود ہے کہ "حضور کی اصل کامیابی کا راز ان کی سیاسی اور عسکری بصیرت ہے" آپ نے مندرجہ ذیل سیاسی اقدامات فرمائے۔

سیاسی اقدامات

۱۔ **نظام جاسوسی** : آپ نے کفار کی سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں کا پتہ لگانے کے لئے باقاعدہ منظم جاسوسی کا نظام قائم فرمایا اور جان نثار محب وطن جاسوس مقرر فرمائے۔ جس سے آپ کو مخالفین کی سرگرمیوں کا وقت سے پہلے ہی علم ہو جاتا تھا۔

۲۔ **وفود** : شاطر اور مکار دشمن کی سازشوں اور جنگی حکمت عملی کو جاننے کے لئے دور دراز کے علاقوں میں وفود روانہ فرمائے' جاسوسی اور سراغ رسانی کا باقاعدہ نظام وضع کیا اور پھر ان ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کی بنا پر بروقت تدابیر اختیار فرمائیں' جنگ بدر کا موقع ہو یا جنگ احد یا کوئی اور غزوہ آپ کی اعلیٰ قیادت و تدابیر ہی فتح و نصرت کا باعث بنیں۔

۳۔ **بروقت فیصلے** : بروقت سیاسی فیصلے فرمانے میں آپ کو اللہ

تعالٰی نے بڑی وافر صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ غزوہ بدر میں اگرچہ ظاہری اسباب مفقود تھے لیکن پھر بھی آپ واپس نہیں ہوئے اور کفار پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ ساری عمر نہیں بھولے۔ غزوہ احد میں بھی یہی ہوا اور صلح حدیبیہ میں تو آپ نے جو تاریخی صلح فرمائی اسے تو قرآن پاک میں فتح مبین فرمایا گیا حالانکہ ان شرائط پر صلح کرنے پر کوئی صحابی بھی تیار نہیں تھا' بہرحال یہ بھی بروقت فیصلہ تھا۔

۴ - داخلہ و خارجہ پالیسی : آپ کی داخلہ و خارجہ پالیسی بیمثال تھی۔ ہمسایہ قوتوں سے آپ کے تعلقات ہمیشہ بڑے اچھے اور خوشگوار ہوتے' آپ نے مختلف قوموں کے ساتھ معاہدات فرمائے جس کے نتیجہ میں دین اسلام غالب آگیا اور باطل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔

۵ - سیاسی دور اندیشی : اللہ تعالٰی نے آپ کو سیاسی دور اندیشی کا ملکہ بھی بدرجہ اتم عطا فرمایا تھا جس کا اظہار آپ اپنی عملی زندگی میں فرماتے رہے' سب سے پہلے تو آپ نے حرب فجار میں قریش کی حمایت میں بنی قیس کے خلاف شرکت فرمائی' اس وقت آپ کی عمر مبارک صرف چودہ سال تھی کیونکہ اس میں قریش حق پر تھے' لہذا حق کی حمایت میں حصہ لینا فرض بنتا تھا یہ بات آپ نے بعد میں ایک موقعہ پر فرمائی بھی تھی۔

۶ - نفیس ڈپلومیٹ : آپ کی سیاسی بصیرت کا اعتراف تو عرب و عجم ہر جگہ ہوتے لگا ہی نہیں بلکہ آپ ایک نفیس ترین اور اعلٰی پایہ کے ڈپلومیٹ بھی تھے۔ آپ کی ڈپلومیسی عصرحاضر سے بالکل مختلف تھی' آپ کی

ہر بات صداقت و دیانت پر مبنی ہوتی جبکہ آج ڈپلومیسی کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ نے سب سے پہلا معاہدہ جو کیا وہ "حلف الفضول" ہے۔ یہ خالصتاً" ایک سیاسی معاہدہ تھا' اس میں آپ بہ نفس نفیس شریک ہوئے' آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی مجھے کوئی اس معاہدے کی طرف بلائے تو میں ہمہ وقت تیار ہوں۔ اس معاہدے کے وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً ۳۵ سال تھی۔

۷۔ **حجر اسود کی تنصیب** : جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی تو حجر اسود کی تنصیب پر قبائل میں جھگڑا شروع ہو گیا' خونریزی کا سخت خطرہ تھا جو آپ کی سیاسی بصیرت سے ٹل گیا اور اس سیاسی بصیرت کا نقطہ کمال ہی یہ ہے کہ تمام سرداروں نے بڑی خوشی و شادمانی سے آپ کی سیاسی بصیرت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

۸۔ **صبر و درگذر** : آپ کے مکی دور میں قریش مکہ نے آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کو جتنا زیادہ ستایا آپ نے کسی ایک تکلیف کے جواب میں کبھی بھی آواز نہیں اٹھائی بلکہ ہر طرح کی تکالیف پر خود بھی صبر کیا اور صحابہ کرام کو بھی صبر کی ہی تاکید فرمائی' دراصل قریش مکہ ظلم کی انتہا کر کے آپ کو اپنے مشن سے پیچھے ہٹانا چاہتے تھے' آپ نے ہر مرحلہ پر سیاسی بصیرت کا مظاہرہ فرما کر قریش مکہ کو حیران کر دیا اور اپنے مشن کو آخر مکمل کر کے چھوڑا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ جس قدر مظالم زیادہ ہوں گے میرا مشن اتنی ہی جلدی کامیاب ہو گا۔

۹۔ **ہجرت حبشہ** : مکی دور میں جب کفار نے اپنے انتہائی اقدامات شروع کر دیئے تو آپ نے سیاسی حکمت عملی کے زیراثر اپنے عقیدت

مندوں کو وقت اور توانائیاں ضائع کیے بغیر ہجرت کی اجازت دی تاکہ ان کی طاقت و توانائی کو بعد میں عظیم ترین مقصد کے لئے استعمال کیا جا سکے آپ نے صحابہ کرام کو حبشہ ہجرت فرمانے کا حکم دیا جو آئندہ کے لئے بھی مسلمانوں کے لئے مفید و دور رس ثابت ہوئی۔

۱۰۔ **ہجرت مدینہ :** جب آپ مکہ کے گلی کوچوں، فاران کی چوٹیوں، منیٰ کے میلوں، طائف کے بازاروں، کعبۃ اللہ کے صحن، دارارقم کے گھر میں ہر جگہ اپنی سیاسی بصیرت کے زیر اثر اللہ کا پیغام سنا چکے تو سیاسی حکمت عملی کے تحت اوس اور خزرج کے قبائل کو بھی دعوت حق پہنچائی اور جیسے ہی ان قبائل نے آپ کے دست حق پرست پر لبیک کہا تو آپ نے فوراً ان کی تنظیم و مرکزیت کا سامان مہیا کر دیا اور جب وہ متحد ہو کر اپنی متاع حیات کو فروغ اسلام کی خاطر قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تو آپ نے محسوس کر لیا کہ اب مطلوبہ جان نثار مل گئے ہیں اور اب قریش مکہ سے نپٹنے کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے، اسی سیاسی حکمت عملی کی بدولت ہی آپ کو عظیم ترین کامیابی نصیب ہوئی۔

۱۱۔ **رشتہ اخوۃ :** آپ ﷺ نے اپنی سیاسی قوت یکجا کرنے اور اپنے عقیدت مندوں کو جو ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے اور مدینہ کے انصار کو رشتہ اخوت میں پرو کر دو باتوں کا سیاسی انتظام فرما دیا کہ انصار مہاجرین سے علم حاصل کر لیں اور مہاجرین اپنے مال و املاک جو کہ مکہ میں چھوڑ آئے تھے ان کی خوراک وغیرہ کا انتظام ہو جائے۔ نیز اس سے بھی بڑا مقصد اپنی جمعیت کا اتحاد و اتفاق درکار تھا اس لئے حبشہ کے مہاجرین بھی

پھر مدینہ بلا لئے گئے۔ اور دینی اخوت کا یہ رشتہ نسبی اخوت سے بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوا۔

۱۲ ۔ **میثاق مدینہ :** مدینہ میں مہاجرین' انصار اور ان کے رشتہ دار' غیر مسلم عرب اور یہودی قبائل آباد تھے' معاشی و سیاسی اثر و رسوخ کی وجہ سے یہودی ان سب پر فوقیت رکھتے تھے اور عنقریب ایک یہودی سردار عبداللہ ابن ابی کی تاج پوشی ہونے والی تھی۔ آپ مدینہ پہنچ کر فوراً یہودیوں کے ان عزائم سے آگاہ ہوئے' آپ نے باطل کو رد کرنے کی وجہ سے یہودیوں سے ایک معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے جس کو تاریخ نے آج تک ۵۳ شقوں پر مشتمل ایک دستاویز کے طور پر محفوظ کر رکھا ہے' میثاق مدینہ کا وجود اور آپ کا سربراہ ریاست بن جانا اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ اب مدینہ کی صورت میں ایک مسلم ریاست بلکہ پہلی پائیدار خودمختار مسلم ریاست عالم وجود میں آچکی ہے جو مستقبل میں ایک عظیم اسلامی قوت و انقلاب کا باعث بنے گی۔

۱۳ ۔ **پہلی اسلامی ریاست :** جب میثاق مدینہ طے پا گیا اور آپ کو یہود سمیت سب نے اپنا سربراہ مان لیا تو اب اس ریاست کا دستور بنایا گیا جس کے ذریعے شہر کی حفاظت' مدافعت اور قریش سے مقابلہ کا انتظام شروع کیا گیا اس لئے اس معاہدے میں ایسی ہی شرائط رکھی گئیں تھیں۔

۱۴ ۔ **حلیفانہ معاہدے :** آپ نے مسلم ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے اور اپنے اردگرد اچھے تعلقات پیدا کرنے کی غرض سے یہودیوں کے علاوہ مدینہ کے اردگرد قرب و جوار میں جتنے قبائل آباد تھے

سب کے ساتھ حلیفانہ معاہدے فرمائے' چنانچہ سب نے اس بات پر رضامندی کا اظہار کیا کہ اگر مدینہ پر حملہ ہوا تو ہم مسلمانوں کی مدد کریں گے اور اگر ان کے قبیلہ پر حملہ ہو گا تو مسلمان ان کی مدد کریں گے' ان معاہدوں کی بدولت آپ نے اپنی سیاسی بصیرت سے مدینہ کی حدود کو بہت وسیع اور اس کے دفاع کو بہت مضبوط کر دیا تھا۔

۱۵ - **غزوہ بدر و احد :** ان غزوات میں تو کسی کو آپ نے خبر ہی نہیں ہونے دی کہ کیا ارادے ہیں' صرف آپ نے اپنے عقیدت مندوں کو بتایا کہ قافلہ کا راستہ روکنا ہے۔ احد میں اگرچہ سب کو پتہ تو چل گیا تھا تاہم مسلمانوں نے بڑی جرات و بہادری دکھائی کیونکہ وہ مدینہ کے یہودیوں اور دوسرے حلیفوں کی طرف سے بالکل بے خوف تھے' ان کے سامنے قریش مکہ کی شکل میں صرف ایک ہی دشمن تھا۔ احد میں عبداللہ بن ابی کی شکل میں ان کا ایک حریف گو پیدا تو ہو گیا تھا لیکن اس وقت تک وہ گروہ منظم نہیں ہوا تھا اور بالکل بے ضرر تھا۔ لیکن آپ نے یہاں بھی اپنی سیاسی بصیرت سے کام لیا اور اس گروہ کے تین سو افراد کو جانے دیا تاکہ دوران جنگ وہ کوئی بڑی مصیبت کا باعث نہ بن سکیں۔

۱۶ - **غزوہ خندق :** غزوہ خندق کے موقع پر آپ نے اپنی حکمت عملی کچھ تبدیل کی اور مدینہ شریف کے ارد گرد خندق کھودی گئی اور شہر کے دفاع کا جائزہ لیا گیا کہ مرکز کس قدر مضبوط ہے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ مدینہ منورہ سے ہم مسلمانوں کو نکال دیں گے تو سارے مل کر بھی ایسا نہیں کر سکتے اور دوسری طرف آپ اپنے حلیفوں' یہودیوں اور منافقین کو بھی جانچنا چاہتے

تھے کہ مرکز کے دفاع میں کون ہمارا ساتھ دے گا۔

۱۷- **صلح حدیبیہ :** غزوہ خندق کے بعد آپ کی حکمت عملی کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے کیونکہ آپ نے مشرکین مکہ اور خیبر کے یہودیوں دونوں سے یکدم مقابلہ کرنا بہتر خیال نہیں فرمایا چنانچہ آپ نے دونوں دشمنوں میں سے ایک سے صلح کر کے پھر دوسرے سے نپٹنے کا ارادہ فرمایا' دوسری طرف مسلمان اب معاشی طور پر بھی خوشحال ہو گئے تھے اور دوسری جانب ۵ھ میں قحط پڑنے کی وجہ سے قریش بھی اس صلح پر آمادہ تھے۔ لہٰذا آپ نے حدیبیہ کے مقام پر صلح فرمائی اس صلح نامہ نے بعد میں ثابت کر دیا کہ ان نازک ترین لمحات میں صلح کر لینا ہی اسلامی سیاست کی حقیقی طور پر "فتح مبین" تھی۔ اس معاہدے سے مسلمانوں نے خیبر کی قوت کو کچل کر رکھ دیا اور ہر طرف اسلامی ریاست کی دھاک بیٹھ گئی۔

۱۸- **فتح مکہ :** آپ ابھی اردگرد کے قبائلی سرداروں کی سرکوبی کر ہی رہے تھے کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا چنانچہ اب آپ نے مکہ پر چڑھائی فرمائی' قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید بھی کرنا چاہی لیکن وہ نہ ہو سکی' قریش کے بڑے بڑے سردار پہلے ہی مارے جا چکے تھے ان کی معیشت بھی تباہ ہو گئی تھی لہٰذا جب آپ آگے بڑھے تو قریش مکہ نے اس بلد امین کے دروازے کھول دیئے' آپ نے عام معافی کا اعلان فرما کر قریش مکہ کے دل بھی جیت لئے اسی طرح آپ نے مدینہ کی سرحدوں کو پورے عرب تک پھیلا دیا۔

۱۹- **حجتہ الوداع :** حجتہ الوداع دراصل آپ کی سیاسی کامیابی کی تقریب کا دن ہے جس میں ایک ماہر ترین سیاست دان اپنے عقیدت

مندوں کو وہ اصول مرحمت فرماتا ہے کہ آئندہ تم نے کن حکمت عملیوں پر چل کر اس مسلم اسٹیٹ کو مزید مستحکم کرنا و بڑھانا ہے لہٰذا اس موقعہ پر آپ کی کامیاب سیاست کا اعلان اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم کے ساتھ فرمایا ہے' پتہ چلا کہ ریاست اسلامی کے قیام کے بغیر دین اسلام کی تکمیل ہی ممکن نہیں یہی آپ کے متعین کردہ اصولوں کی وجہ سے ہوا کہ صرف پندرہ سال کی مختصر مدت میں یہ اسلامی حکومت تین براعظموں تک پھیل گئی۔ اور ۲۲ لاکھ مربع میل کا علاقہ اس کے زیر تسلط آگیا۔

۲۰۔ خراج عقیدت : نپولین بونا پارٹ تقریباً چالیس سال تک فرانس کے سیاہ و سفید کا مالک رہا اس کی سیاسی حکمت عملی ہمیشہ سے مغربی سیاست میں اہمیت کی حامل رہی ہے' وہ تاجدار مدینہ کی سیاسی بصیرت کو یوں خراج عقیدت پیش کرتا ہے "میں محمد رسول اللہ (ﷺ) اور قرآن کے دین پر ایمان رکھتا ہوں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتا ہوں جو قرآن کے سچے اصولوں پر قائم ہو۔" ثابت ہوا کہ فرانس کی سرزمین پر جو نپولین کا طوطی بولتا تھا وہ بھی سیرۃ طیبہ کی وجہ سے تھا جس کا اس نے کھلے الفاظ میں اعتراف بھی کیا۔ کاش کہ اپنے ملک کے سیاستدان بھی اس سیرت کو اپنا لیں۔ آمین ثم آمین

۴۔ معیشت کا مسئلہ

سیرۃ پاک سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تو کبھی کوئی مال جمع ہی نہیں فرمایا بس جو آیا خرچ کر دیا لیکن آپ نے مالدار صحابہ کرام کے لئے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے ایک واضح اور

جامع مانع نظام معیشت قائم فرمایا اور اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ یہ مندرجہ ذیل اصولوں پر مبنی ہے :

۱۔ **فضل اللہ** : سیرت پاک نے اس دولت کو جو مسلمان جائز طریقہ سے حاصل کرتا ہے اسے اپنا فضل قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ مال و دولت سب رب کی طرف سے اس کا فضل ہے اس میں گرفتار ہو کر تم اپنی اخلاقیات کو فراموش نہ کرو۔ ارشاد ہوا :

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون ○ (سورۂ جمعہ)
"تو جب نماز پڑھ چکو تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت سے ذکر بھی کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

۲۔ **اکتساب دولت** : سیرۃ طیبہ میں اکتساب دولت کی ترغیب تو دی ہے لیکن اس پر پابندیاں لگا دی ہیں کہ ناجائز ذریعہ نہیں ہونا چاہیئے۔

یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما (سورۂ النساء ۲۹) "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور تم خود کو ہلاک نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔"

۳۔ **ارتکاز دولت کی ممانعت** : مال و دولت کے خرچ کرنے کا حکم دیا روکنے اور اکٹھا کر کے رکھنے کی ممانعت فرمائی :

وانفقو فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (سورۂ البقرہ ۱۹۵) "اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ہاتھ روک کر خود کو

ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

۴ - **زیادہ طلبی :** دولت کا بندہ بن جانا اور آخرت کو بھول جانا منع ہے الهکم التکاثر حتی زرتم المقابر (سورۃ التکاثر) "تمہیں مال کی زیادہ طلبی نے غافل رکھا یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا لیا۔" جبکہ سودی نظام ساری زندگی دولت جمع کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۵ - **جمع کی ممانعت :** دولت کو اکٹھا کر کے اسے گن گن کر رکھنا اور خرچ نہیں کرنا سخت منع ہے۔ ارشاد ہوا :

ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده (سورۃ ھمزہ) "خرابی ہے چغل خور و غیبت کرنے والے کی، جس نے مال جمع کر کے رکھا اور اسے گنتا رہتا ہے یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا" مال جمع کرنے اور اسے اکٹھا کر کے رکھنے سے سرمایہ کی گردش رک جاتی ہے جس سے عوام کو تکلیف ہوتی ہے۔

۶ - **خرچ کا حکم :** واقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة (سورۃ البقرہ ۴۳) "اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو۔" یہاں پر آ کر سرمایہ داری اور قرآن کا نقطہ نظر الگ ہو جاتا ہے، سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ خرچ کرنے سے مفلس ہو جاؤں گا اور جمع کرنے سے مالدار رہوں گا، لیکن اسلام اس کی مخالفت کرتا ہے۔

۷ - **اضافہ :** اضافہ کے متعلق رب تعالی فرماتا ہے وما اتیتم من زکوٰة تریدون وجه الله فاولئک هم المضعفون (سورۃ الروم ۳۹) "اور جو تم زکوۃ دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے

دونے ہیں۔"

۸ - **قرض حسنہ :** جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اللہ اسے قرض حسنہ قرار دیتا ہے اور اس کے بڑھنے کا وعدہ فرماتا ہے۔

ان تقرضوا اللّٰہ قرضًا حسنا یضعفہ لکم ویغفر لکم واللّٰہ شکور حلیم (سورۂ التغابن ۱۷) "اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے لئے دونے کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اللہ قدر فرمانے والا حلم والا ہے۔" خوش دلی سے خرچ کرنا قرض حسنہ ہے کیونکہ اس کی جزا ملے گی اور جزا خرچ سے زیادہ ہو گی اس لئے یہ قرض حسنہ ہے۔

۹ - **ترغیب و ترہیب :** شیطان اور رحمٰن دونوں کے ماننے والوں کا مقابلہ ترغیب و ترہیب سے کیا جاتا ہے الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللّٰہ یعدکم مغفرۃً منہ و فضلاً واللّٰہ واسع علیم (سورۂ البقرہ ۲۶۸) "شیطان تمہیں محتاجی کا خوف اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا علیم ہے۔"

۱۰ - **زکوٰۃ :** اس کا مطمع نظر یہ ہے کہ دولت ایک جگہ جمع نہ ہونے پائے' ہر سال اکٹھے سرمائے میں سے یہ واجبی حصہ لازماً امداد باہمی کی مد میں خرچ ہو۔ اسے ارکان اسلام میں مسلمانوں کی معیشت کے استحکام کی خاطر شمار کیا جاتا ہے بلکہ اس کی ادائیگی نہ کرنا کفر کی علامت قرار دیا گیا۔

و ویل للمشرکین الذین لایؤتون الزکوۃ وھم

بالاخرۃ کفرون (سورۂ حم سجدہ ۶ - ۷) " اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔" یعنی ایمان لانا بدن کی زکوٰۃ ہے اور جو زکوٰۃ نہیں دیتا وہ آخرت کا بھی منکر ہوتا ہے وہ زیادہ سخت کافر ہے۔

۱۱ - سود کی ممانعت : سود کس طرح مال کو برباد کرتا ہے۔ ارشاد ہوا یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقٰت (سورۂ البقرہ ۲۷۶) "اللہ سود کو ہلاک کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔" لہٰذا سودی نظام نے ہی ساری دنیا میں بربادی پھیلائی ہوئی ہے۔

۱۲ - قانون وراثت : اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص مر جائے اس نے جو کچھ بھی ساری عمر اکٹھا کیا ہے اسے حصہ بکھرے کر کے تمام قرابت داروں میں تقسیم کر دیا جائے اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال میں جمع کرادیا جائے تاکہ اس سے معاشرے کے مستحق افراد استفادہ کر سکیں۔ یہ قانون دنیا کے کسی معاشی نظام میں نہیں پایا جاتا۔ قرآن کا منشاء ہی یہ ہے کہ دولت گردش میں آئے' چیزیں سستی ہوں قوت خرید بڑھے۔

یہ ہے اسلام کا پیش کردہ سیرت طیبہ کا عمل کردہ قرآن کا معاشی نظام سیرۃ جس میں سود کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اخلاقی' تمدنی' سیاسی نقطہ نظر سے اس میں نہ کوئی نقص ہے نہ کوئی خرابی' فرد اور جماعت کے حقوق و مفادات کا اس سے زیادہ صحیح توازن کسی جگہ بھی نہیں ملے گا۔ سیرۃ مقدسہ کے اس نمونہ کے بغیر دنیا کا معاشی مسئلہ ساری عمر حل نہیں ہو سکتا۔

۵- تعلیم کا مسئلہ

ہادی برحق نے جس چیز کو سب سے پہلے فوقیت دی وہ تعلیم ہے کیونکہ آپ پر جو پہلی وحی اتری اس کا پہلا لفظ ہی حکم ہے اور وہ حکم ہے پڑھنے کا' ارشاد ہوا اقراء باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقراء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم ○ "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے' پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا انسان کو جو نہ جانتا تھا۔"

ان آیات میں دو مرتبہ پڑھنے کا حکم ہے کہ ایک مرتبہ خود پڑھیں اور دوسری مرتبہ آپ امت کو پڑھانے کے لئے پڑھیں' یعنی ہر پڑھنے والے پر فرض ہے کہ جو کچھ اس نے پڑھا ہے اسے آگے بھی پڑھائے۔ پھر قلم کا ذکر فرمایا کیونکہ قلم علم کی قید ہے۔ پھر اس میں خلق کا ذکر ہے یعنی مخلوق کو خواندہ بنانا یہ ان کا حق ہے' اس لئے علم کی بہت اہمیت ہے۔

۱- **شرف انسانیت :** علم انسانیت کا شرف ہے' علم نہ ہو تو انسان جانور سے بھی بدتر ہے' وہ کسی طرح کی عزت کے قابل نہیں ہوتا۔ قرآن پاک سے ہی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم اسماء کی وجہ سے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اور ان کی بے علمی کو تعجیز کے طور پر بیان فرمایا گیا۔

۲- **شرط نبوت :** قرآن پاک میں جتنے انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کی فضیلت کسی نہ کسی خاص علم سے بھی اور مطلق علم سے بھی بیان

ہوئی ہے کیونکہ تمام انبیاء کا بنیادی فریضہ تھا کہ جو کچھ علم و حکمت اللہ تعالٰی نے ان کو دیا ہے وہ لوگوں تک پہنچائیں' آپ ﷺ نے تو خود فرمایا انما بعثت معلمًا "کہ بیشک میں استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

۳۔ **شرط حکومت :** علم شرط حکومت بھی ہے حضرت اشموئل علیہ السلام پر جب بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کو بادشاہ مقرر کرنے پر اعتراض کیا تو ان کو جواب دیا گیا :

وزاده بسطة فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکه من یشاء واللہ واسع علیم (سورۃ البقرہ ۲۴۷) "اور اسے علم اور جسم میں کشادگی دی ہے اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ بڑی وسعت علم والا ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ مال سے علم بہتر ہے کیونکہ خلافت و بادشاہت اس سے ملتی ہے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ بادشاہ کو عالم اور تندرست ہونا چاہئے۔ آج کل حکومت کا مدار کثرت مال پر ہے۔

۴ ۔ **علو درجات :** علماء کے اللہ درجات بلند فرماتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت (سورۃ المجادلہ ۱۱) " اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا درجات بلند فرمائے گا۔"

۵ ۔ **خوف خدا :** اللہ تعالٰی کا خوف و ڈر صرف علم سے ہی حاصل ہوتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (سورۃ فاطر ۲۸) " بے شک اس کے بندوں میں اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"

۶ ۔ **ضرورت علم :** اللہ تعالٰی غیر علماء کو مسائل معلوم کرنے کے لئے علماء کی طرف بھیجتا ہے۔ ارشاد ہوا فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم

لاتعلمون (سورۂ نحل ۴۳) "تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔" چنانچہ معلوم ہوا کہ دینی مسائل پوچھنے میں تمام لوگ علماء کے محتاج ہیں کیونکہ جو چیز معلوم نہ ہو وہ جاننے والے سے پوچھنا لازم ہے اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

تعلیمی اقدامات

آپ ﷺ نے تعلیم کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقدام فرمائے :

۱۔ **تعلیم و تبلیغ :** نبوت کے فوراً بعد آپ کو اپنے رشتہ داروں کو اور اہل مکہ کو تبلیغ کا حکم ہوا چنانچہ آپ مخالفتوں کے باوجود مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرمانے لگے۔ یہی تبلیغ اسلامی تبلیغ کا سنگ بنیاد ثابت ہوئی اور دار ارقم اس کی پہلی یونیورسٹی قرار پائی۔ اس کے علاوہ آپ ہر کوچہ و بازار' میلوں اور جم گھٹوں میں تبلیغ فرماتے تھے' آپ لوگوں کو توحید الٰہی اور عقائد و اخلاقی تبلیغ فرماتے تھے اور مسلمانوں کی عملی تربیت بھی فرماتے اور انہیں اس تعلیم کو آگے پھیلانے کی تلقین بھی فرماتے۔

۲۔ **معلم مدینہ :** اگرچہ مکی دور میں بھی آپ نے تعلیم و تبلیغ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور اس سلسلہ میں آپ اور آپ کے صحابہ کرام کو بے انتہا تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن اصل آغاز تبلیغ مدینہ منورہ میں آکر ہوا' تاہم ہجرت سے پہلے جب مدینہ کے چالیس افراد مسلمان ہو گئے تو اہل مدینہ نے قرآن کریم کی تعلیم کے لئے کسی معلم کی درخواست کی تو آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو پہلے معلم کی حیثیت سے بھیجا' ان کی کوششوں سے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ

مسلمان ہو گئے اور اسلام مدینہ والوں کے گھر گھر پھیلنے لگا۔

۳۔ **عام و لازمی تعلیم :** مدینہ منورہ میں ایک خود مختار مملکت کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی آپ نے تعلیم کا اسلامی نظام قائم فرمایا اس میں مقدم اور اہم قرآن پاک کی تعلیم تھی جو مدینہ پاک کے ہر مرد و زن کے لئے لازمی تھی۔ بچے' بوڑھے' عورت' مرد سب اس کی تعلیم حاصل کرتے' اس کی نگرانی آپ بذات خود فرماتے ہر وضاحت کے لئے آپ کی ہی طرف رجوع کیا جاتا۔

۴۔ **اقامتی جامعہ :** مسجد نبوی کے ایک طرف چبوترہ بنوا کر ایک سائبان بنوایا گیا وہاں غریب' لاوارث اور دوسرے طالب علم صحابہ قیام فرماتے' ان کے طعام و قیام کا بندوبست آپ خود برداشت فرماتے' یہاں آپ کے علاوہ دوسرے صحابہ بھی تعلیم دیتے تھے' حضرت عبداللہ بن سعید بن العاس رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو لکھنا بھی سکھاتے تھے' یہی پہلی اقامتی یونیورسٹی بنی۔

۵۔ **اصحابہ صفہ :** اس اقامتی یونیورسٹی کے طلبہ اصحاب صفہ کہلاتے ہیں' یہ لوگ رات دن تحصیل علم میں گذار دیتے' یہی لوگ آپ سے زیادہ مستفیض ہوئے اور انہوں نے قرآن' حدیث کی تعلیمات کو تمام دنیا میں پھیلایا' تمام احادیث ان سے ہی حاصل ہوئیں۔

۶۔ **تعداد طلبہ :** اس درس گاہ میں تشنگان علم کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض کتب میں ان کی تعداد چار سو لکھی ہے۔ مقامی صحابہ بھی ادھر کا ہی رخ کرتے تھے' اقامتی طلبہ کی تعداد بہرحال گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔

۷ - **نصاب تعلیم :** اس درس گاہ میں قرآن پاک، حدیث پاک کے علاوہ فقہ، قراءۃ سبعہ اور لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔

۸ - **تعلیم بالغان :** صحابہ کرام مدینہ آ کر بہت جلد اپنے کاروبار میں مصروف تو ہو گئے لیکن فرصت کے لمحات وہ تحصیل علم میں گذارتے تھے۔ اکثر پانچ وقت نماز آپ کے پیچھے مسجد نبوی میں ادا کرتے اور وہاں آپ ﷺ و دیگر اساتذہ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے تھے۔ مدینہ کے لوگوں نے اپنے مہاجرین بھائیوں سے علم سیکھنا شروع کر دیا، بعض نے باری مقرر کر رکھی تھی نیز آپ وفود کے ساتھ نومسلموں کو تعلیم دینے کے لئے صحابہ کرام کو بھی روانہ فرماتے تھے۔

۹ - **شہادت معلمین :** مدنی دور کے اوائل میں یہ واقعہ ہوا کہ نجد کے بعض قبائل نے درخواست کی کہ قرآن پاک کی تعلیم کے لئے کچھ معلمین بھیج دیئے جائیں چنانچہ آپ نے ستر قراء بھیج دیئے۔ لیکن بیر معونہ کے قریب کفار نے ان کو شہید کر دیا، یہ ایک ایسا المناک واقعہ تھا جس کا قلق حضور ﷺ کو عمر بھر رہا۔ یہ سانحہ بھی تبلیغ علم کے سلسلہ میں برداشت کرنا پڑا۔

۱۰ - **قیدیوں کی رہائی :** جنگ بدر کی فتح کے وقت قریش کے ستر افراد گرفتار ہو کر آئے تو معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض لکھنا پڑھنا جانتے ہیں لہذا آپ ﷺ نے شرط لگائی کہ اگر وہ مسلمانوں کے دس بچوں کو فی آدمی لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو ان سے فدیہ کی رقم معاف کر کے رہا کر دیا جائے گا چنانچہ حضرت زید بن ثابت ان بچوں میں شامل تھے جنھوں نے ان قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ زید رضی اللہ عنہ نے ان سے دوسری

زبانیں بھی سیکھیں تھیں یہی بعد میں جامع قرآن بنے تھے۔

۱۱- **غیر زبانوں کی تعلیم :** مدینہ پاک میں آپ کے پاس غیر زبانوں کے خطوط آتے جنہیں یہود وغیرہ سے پڑھوانا پڑتا چنانچہ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھنے کے لئے فرمایا تو آپ نے ۱۷ دن میں یہ زبانیں سیکھ لیں اس کے بعد عربی کے علاوہ باقی تمام زبانوں کے خطوط کا پڑھنا اور ان کا جواب حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی لکھا کرتے تھے۔

۱۲- **ماہر السنہ :** حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عبرانی اور سریانی کے علاوہ فارسی' رومی' قبطی اور حبشی زبانیں بھی سیکھ لی تھیں۔ آپ ہی حضور ﷺ کی خدمت میں ترجمانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ فخر حاصل ہے۔

۱۳- **فنون سپہ گری :** آپ ﷺ نے بچوں کے لئے قرآن پاک کے ساتھ ساتھ نشانہ بازی' تیراندازی' اور تیراکی کی تعلیم کا بھی انتظام کیا۔ بڑوں کے لئے گھڑ دوڑ' جنگی مشقیں' شمشیر زنی' نیزہ بازی اور کشتی کے مقابلے بھی کراتے تھے۔

۱۴- **تعلیم نسواں :** آپ نے عورتوں اور لونڈیوں تک کو تعلیم کی تاکید فرمائی جب مسجد نبوی میں عورتیں جانے لگیں تو ان کے مردوں نے انہیں روکا تو آپ نے فرمایا "تم اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو۔" اس پر عورتیں بھی بڑی تعداد میں جانے لگیں اور زنانہ مسائل کے لئے وہ امہات المومنین سے بھی رجوع کرتی تھیں۔

۱۵- **علیحدہ انتظام :** جب صحابہ کرام کی تعداد زیادہ ہو گئی اور

عورتوں کے لئے بھی مسجد میں جانا مناسب نہیں سمجھا گیا کیونکہ وہ اپنے مسائل کھل کر نہیں پوچھ سکتی تھیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے علیحدہ ایک دن مخصوص فرما دیا جس میں وہ آپ ﷺ سے کھل کر مسائل پوچھتیں' آپ ان کے مسائل سنتے جواب عطا فرماتے اور انہیں وعظ و نصیحت بھی فرماتے۔

۱۶ - معلّمات نسواں : تعلیم نسواں کے لئے آپ ﷺ کی ازدواج مطہرات نے بھی بھرپور کردار ادا کیا' وہ جو کچھ آپ سے سیکھتیں وہ دوسری عورتوں کو بھی بتا دیتیں' علم چھپانے کو آپ نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جرم قرار دیا۔ آپ نے خواتین کی تعلیم کا آغاز گھر سے کیا' اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا حدیث' فقہ' تفسیر' طب' شعر و ادب میں بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں اور انہوں نے تمام زندگی اس فیض کو جاری رکھا یہی حال دوسری ازواج مطہرات کا بھی تھا۔

۱۷ - طریقہ تعلیم : آپ ﷺ کا و دیگر معلمین کا طریقہ تعلیم نفسیاتی نقطہ نگاہ سے نہایت عمدہ و مؤثر تھا۔ آپ نہایت آسان و دلنشین انداز سے تعلیم دیتے' اہم باتیں تین تین بار دہراتے ہر شخص کی عقل کے مطابق گفتگو فرماتے۔ مختصر گفتگو فرماتے' بعض مرتبہ تمثیلات بھی دیتے۔ آپ کی محفل میں عرب و عجم کے بدو بھی آکر ناشائستہ گفتگو کرتے تو آپ صبر فرماتے' ان کی بات تحمل سے سنتے اور تسلی بخش جواب دیتے۔

۱۸ - نتائج : اس نظام تعلیم کے بڑے انقلابی نتائج برآمد ہوئے آپ کے جان نثاروں نے بڑی جان فشانی سے اس سرمایہ کو حاصل کیا اور

آپ کی ایک ایک ادا کو محفوظ کر لیا۔ کیونکہ ان کی زندگیوں کا ایک ایک پہلو آپ ﷺ کے ہی ارشادات کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ ان کے دلوں کے لطیف احساسات سے لے کر ان کی طبعی خواہشات تک سنت مصطفوی کے تابع تھیں اور جو قول اپنے فعل سے ہمکنار ہو جائے وہ کبھی فراموش نہیں ہو سکتا اور پھر وہ فرامین جن میں یقینی فلاح دارین ہو وہ کس طرح فراموش ہو سکتے ہیں۔ پھر اس نہج پر صحابہ کرام' تابعین و تبع تابعین نے مدارس و حلقہ ہائے درس قائم کئے اور حصول علم و تبلیغ علم کو ہمیشہ ایک فریضہ سمجھا اور یہ لوگ پھر ساری دنیا کے استاد بن گئے۔ یہاں تک کے تیسری صدی ہجری تک تمام احادیث کو صحاح ستہ و دیگر کتب میں محفوظ کر دیا گیا۔

۱۹ - تنقیح : پھر ان حادیث پر تنقیح کا کام شروع ہوا اس کے اصول مرتب ہوئے اور نئے نئے علوم ایجاد ہوئے جس میں ایک اہم علم اسماء الرجال کا ہے جس میں ہر راوی کے حالات زندگی' ولادت تا وفات تک مرتب ہوئے۔ دوسرا جرح و تعدیل کا علم ہے جس کے ذریعہ احادیث کی سند کے اعتبار سے درجہ بندی کی جاتی تھی۔

۲۰ - علوم قرآن : پھر مسلمانوں میں وہ دور آیا جب انہوں نے قرآن کو دوسرے علوم کے سامنے پیش کیا تو انہیں وہ تمام علوم قرآن پاک میں نظر آئے اور انہوں نے علوم ستہ جو تمام علوم کی بنیاد ہیں جن سے باہر کوئی علم نہیں "الہیات' ریاضیات' طبیعات' سیاسیات' اخلاقیات اور تدبیر منزل" اور ان کے تمام فروعات کو باہم عروج تک پہنچایا اور انہوں نے طلبہ کے لئے یہ پانچ اصول (۱) مطالعہ' پڑھنے سے پہلے پڑھنا (

۲) قراءۃ' استاد سے پڑھنا' (۳) اعادہ' پڑھے کو دہرانا (۴) تکرار' رفقاء درس سے بحث کرنا (۵) مدارسہ' دوسروں کو پڑھانا' مقرر کیے۔
اس طرح آپ کی سیرت طیبہ سے مسلمان مذہبی اخلاقی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ معاشی' معاشرتی' سیاسی' ادبیت و قابلیت کے اعتبار سے بھی ان کا لوہا ہر علم و فن میں تسلیم کیا گیا۔ اور وہ تمام دنیا کے استاد بن گئے۔

۶ - عدل و انصاف کا مسئلہ

اب آخر میں عدل و انصاف کا مسئلہ ہے یہ سب سے اہم اور سب سے مشکل مقام ہے۔ ساری دنیا کو عموماً اور پاکستان کو خصوصی طور پر اس عدل کی طرف جلد از جلد لوٹ جانا چاہیئے جو نمونہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ جس کے لئے قرون اولیٰ کے مسلمان و قاضی دنیا میں مشہور رہے ہیں۔

۱- عدل کے معنی : اس کے لفظی معنی سیدھا کرنا' برابر تقسیم کرنا' توازن قائم رکھنا' دو اشیاء میں مساوات رکھنا۔ ویسے جب کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے کہ ان میں کسی میں بھی ذرا سی کمی بیشی نہ ہو عدل کہتے ہیں۔ اسی لئے اونٹ کے بوجھ کو عدل کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں طرف برابر ہوتا ہے اس کا مترادف انصاف ہے۔

۲- اصطلاحی مفہوم : اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جو بات ہم کہیں یا جو کام ہم کریں اس میں سچائی کی میزان برابر ہو' ذرا بھی کسی طرف کمی زیادتی نہ ہو' وہ بات و کام سچائی کی کسوٹی پر پورا اترے۔

امام غزالی و داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ عدل کے معنی

ہیں کسی چیز کو اس کے صحیح موقع و محل میں رکھنا' اس کی ضد ظلم ہے جو وضع الشئی غیر محلہ کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کے لائق نہیں ہے۔ (کشف المحجوب۔ از احیاء) عدل کے ساتھ ایک اور لفظ اعتدال ہے اس کے لغوی معنی میانہ روی کے ہیں یہ عدل کا وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔

۳۔ اسم الٰہی : اللہ تعالیٰ کا ایک نام عدل بھی ہے اس کے معنی حق کے ہیں یعنی اس کا فیصلہ حق ہوتا ہے۔ وہ حق فرماتا اور حق کرتا ہے واللہ یقضی بالحق (سورۃ المومن ۲) "اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے۔" لہذا سارے احکام شرعی حق ہیں خواہ ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ اور آخرت میں اس کے فیصلے بھی حق ہوں گے۔ فرمایا واللہ یقول الحق (سورۃ احزاب) "اور اللہ حق فرماتا ہے۔"

عدل کی شرائط

عدل کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں ان کے بغیر عدل قائم نہیں ہو سکتا۔

(ا) حدود شرعی کی پہچان : جب تک حدود شرعی حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا فرق معلوم نہ ہو عدل نہیں ہو سکتا' اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دین کے بنیادی احکام سیکھے تاکہ عدل قائم ہو سکے۔

(ب) حرص سے گریز : آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "حرص سے بچ کر رہو اس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کیا۔ انہیں اس بات پر اکسایا کہ لوگوں کا خون بہائیں اور ان کے جان و مال اور آبرو کو حلال

جائیں۔" (ریاض الصالحین)

(ج) سچائی : امام غزالی فرماتے ہیں کہ سچ بولنے سے دل میں راستی، استقامت اور انسان میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ جھوٹ سے دل میں کجی آتی ہے اور انسان اعتدال سے دور ہو جاتا ہے، اس لئے جھوٹ چھوڑ کر سچ بولنا چاہئے کہ عدل قائم ہو۔

۴۔ نظام عدل کا قیام : ہر حکومت کو دیانتدار پولیس اور قاضی مقرر کرنے چاہئے تاکہ عدل قائم ہو۔ اور ملک میں امن و سلامتی کا ماحول ہو۔

۵۔ عدل کا حکم : اللہ تعالیٰ مطلق حکم دیتا ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (سورۂ نحل ۹۰) "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔" دوسری جگہ حضور ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (سورۂ النساء ۵۸) " اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔"

۶۔ نظم کائنات : دنیا کا یہ سارا کارخانہ جو زمین سے لے کر آسمان تک پھیلا ہوا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف پر ہی قائم ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوق میں اپنی شہنشاہی پورے عدل سے قائم کئے ہوئے ہے، یہی اس کی توحید کی دلیل ہے۔ وہ خود فرماتا ہے شھداللہ انہ لاالہ الاھو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط (سورۂ بنی اسرائیل) "اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف پر قائم ہو کر۔"

اس میں اللہ نے اپنی توحید کی گواہی خود دی، علماء کی عزت افزائی

اس سے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ انہیں توحید کا گواہ بنایا، مگر وہ علماء جو خود اللہ والے ہیں اور لوگوں کو اللہ والے بناتے ہیں جن کی صحبت سے اللہ اور اس کے حبیب کی محبت نصیب ہو۔

۷۔ **جان عالم :** عدل ہی نظام عالم کی جان ہے جس سے یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ ہر شئے مختلف مقررہ اجزاء کا مجموعہ ہے اس طرح تمام اجزائے عالم کے درمیان ایک توازن ہے اگر یہ توازن بگڑ جائے تو نظام عالم قائم نہ رہے۔ ان کی مقداروں کی غیر طبعی کمی بیشی سے ایک شئے دوسرے کے دائرہ عمل میں داخل ہو جائے گی، چاند سورج کے حلقہ میں، سورج مریخ میں، اس طرح شیرازہ بکھر جائے گا۔ اللہ نے عدل سے ہر اجزاء کی مقدار کانٹے کے تول برابر کر دی ہے اور ہر ایک کا دائرہ عمل مقرر کر دیا ہے لہٰذا ہر ایک اپنے دائرہ میں پیر رہا ہے۔

۸۔ **جسم انسانی :** انسانی بدن بھی عدل کا مرہون منت ہے، اس میں عناصر اربعہ کو ایک خاص توازن سے اکٹھا کیا گیا ہے جس میں کسی ایک کا اپنی حدود سے جسم کے فساد و بیماری کا باعث بنتا ہے۔ ارشاد ہے یایھا الانسان ماغرک بربک الکریم الذی خلقلک فسوک فعدلک فی ای صورۃ ماشاء رکبک (سورۃ انفطار ۸ - ۶) " اے انسان تجھے کس نے فریب دیا اپنے رب کریم سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ہموار کیا اور تجھ میں عدل قائم کیا جس صورۃ میں چاہا تجھے ترتیب دیا۔"

۹۔ **معاشرت :** زندگی میں عدل کی ضرورت سب سے زیادہ ان کو ہے جو ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرتے ہیں ان کے لئے حکم ہے

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ (سورۃ النساء ۳) "پھر اگر ڈرو کہ بیبیوں میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی کرو۔" جو حقوق زوجیت ادا کرنے اور عدل کرنے پر قادر نہ ہو اسے چند بیویاں رکھنا حرام ہے۔

۱۰- **حق یتیم :** عورتوں کی طرح یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے بھی عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے وان تقوموا للیتمی بالقسط (سورۃ النساء ۱۲۷) "اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف قائم رکھو" مثلاً ان کو وراثت کا پورا حصہ دینا' ان کا مال کسی بہانے سے نہ کھانا' ان پر ظلم نہ کرنا' ان کی اچھی تعلیم و تربیت کرنا۔

۱۱- **معاملات :** عام معاملات میں انسان کو خرید و فروخت کی ضرورت پڑتی ہے اس کے لئے حکم ہے واوفوالکیل والمیزان بالقسط (سورۃ انعام ۱۵۲) "اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کرو۔" اس کے علاوہ قرآن پاک میں ناپ تول کی کمی کی سخت ممانعت کر دی گئی ہے۔ حقیر مقدار کی کمی سے اپنی بختی و روح کی پراگندگی تھی اس لئے روکا گیا۔

۱۲- **عدالتی معاملات :** عدل و انصاف کی سب سے زیادہ ضرورت عدالتی معاملات میں پڑتی ہے۔ قرآن پاک نے اس کاروبار کے ہر پہلو میں عدل و انصاف کا نفاذ فرمایا ہے۔ جج کو حکم ہے واذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (سورۃ النساء ۵۸) "اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔"

۱۳- **تحریر دستاویز :** کسی معاملہ کی چھان بین کا دارومدار کسی تحریری دستاویز پر ہی ہوتا ہے لہٰذا دستاویز میں تحریر کے لئے عدل کا حکم

ہے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل (سورۃ البقرہ ۲۸۲) "اور چاہیے کے تمہارے درمیان کوئی کاتب انصاف سے لکھے۔"

۱۴۔ **ولی کی ذمہ داری :** پھر اگر لکھوانے والا بے عقل ہو تو صحیح لکھوانے کی ذمہ داری اس کے ولی پر ہوتی ہے۔ اس کے لئے بھی عدل کا حکم ہے فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا اولا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل (سورۃ البقرہ ۲۸۲) "پھر جس پر حق بنتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھوائے۔"

۱۵۔ **قرابت داری :** فیصلہ اور گواہی میں دو حالتیں نہایت سخت ہیں ایک یہ کہ فریق مقدمہ انسان کا رشتہ دار ہو یا اس سے کوئی عداوت ہو۔ چنانچہ حکم ہے واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذاقربیٰ وبعھد اللہ اوفوا (سورۃ انعام ۱۵۲) "اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔"

یعنی تم گواہی دو یا فتویٰ دو یا حاکم بن کر فیصلہ کرو کچھ بھی ہو اس میں قرابت و جاہت کا لحاظ قطعاً نہیں ہونا چاہیے۔

۱۶۔ **اہل عداوت :** یہ بھی حکم ہے کہ جس طرح باہمی قرابت اور دوستی تمہیں انصاف سے دور نہ رکھے اسی طرح دشمنی اور عداوت بھی تمہیں بے انصاف نہ بنا دے بلکہ ہر حال میں تمہیں انصاف کرنا چاہیے یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (سورۃ المائدہ ۸) "اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ

انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔" قوامین مبالغہ کا صیغہ ہے اس میں سخت تاکید پائی جاتی ہے اس لئے بہت سے ایسے مقدمات ہیں جن میں سید عالم نے مسلمانوں کے خلاف اور کفار کے حق میں فیصلے دیئے۔ اس لئے اکثر کفار آپ سے ہی فیصلہ کی خواہش کرتے تھے۔

۱۷۔ اہل کتاب : یہود و نصاریٰ دین اسلام کے کھلے دشمن تھے ان سے بھی عدل فرمانے کا حکم ہوا۔ وقل امنت بما انزل اللہ من کتاب وامرت لاعدل بینکم اللہ ربنا و ربکم (سورۂ شوریٰ ۱۵) " اور کہو میں ایمان لایا اس پر جو کچھ کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔" چنانچہ آپ نے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، قومی شرافت و رذالت اور غربا پر ظلم و تعدی کو مٹا کر ان کے فیصلے فرمائے۔

۱۸۔ اپنی ذات و الدین : سب سے مشکل مرحلہ اپنی ذات و والدین کے مقابلہ میں بھی عدل و انصاف کرنے کا ہے یایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوا اوتعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً (سورۃ النساء ۱۳۵) " اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا

فقیر ہو بہرحال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔" اس آیت میں حاکموں، گواہوں، عالموں، درویشوں، ججوں بلکہ ہر شخص کو عدل کا حکم ہے۔ چاہے وہ اپنے خلاف پڑے یا اپنے والدین کے خلاف ہو۔

۱۹۔ **مصالحت** : دو اشخاص یا دو گروہوں میں مصالحت کرانا ایک عدالتی معاملہ ہے چاہے دونوں طرف تلواریں چل رہی ہوں، راکٹ بازی ہو رہی ہو، سر تن سے جدا ہو رہے ہوں، عقل کی قوت نیکی کی استعداد جذبات کی آندھیوں میں بجھ رہی ہو پھر بھی عدل کا حکم ہے وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفئی الی امر اللہ فان فات فاصلحوا بینھما بالعدل و اقسطوا ان اللہ یحب المقسطین (سورۃ الحجرات ۹) " اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کرو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔"

۲۰۔ **صراط مستقیم** : عدل انسان کو صراط مستقیم پر چلاتا ہے اور افراط و تفریط کی بے قاعدگیوں سے روکتا ہے ارشاد ہے وضرب اللہ مثلاً رجلین احدھما ابکم لایقدر علی شئی وھو کل علی مولاہ اینما یوجھہ لایات بخیر ھل یستوی ھو ومن یامر

بالعدل وھو علی صراط مستقیم (سورۂ النحل ۷۶) " اور
اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ہے دو آدمیوں کی ایک گونگا جو کچھ نہیں کر سکتا
اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے کیا برابر ہو
جائے گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔"
پتہ چلا کہ عدل کرنے والا ہی صراط مستقیم پر ہے۔

۲۱ - قرآن مجید : قرآن حکیم و ذات مصطفوی ﷺ سراپا عدل
ہیں۔ ساری دنیا کو عدل و اعتدال یہیں سے ملا اور ان کی تکمیل بھی بڑے
عدل و انصاف سے ہوئی جیسا کہ ارشاد ہے وتمت کلمة ربک
صدقًا و عدلا لامبدل لکلمته وھو السمیع العلیم (سورۃ
الانعام ۱۱۵) "اور تیرے رب کی بات سچائی اور عدل میں پوری ہے اس
کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سنتا جانتا ہے۔" ثابت ہوا کہ
قرآن پاک (سیرۃ طیبہ) پر [illegible] کرنا ہی عدل ہے اور اس کے خلاف کرنا
ظلم و تعدی ہے۔

۲۲ - نمونہ : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ویسے تو
ایک ایک لمحہ عدل ہے اور یہ سلسلہ دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
ہاں سے ظاہر ہو گیا تھا کہ آپ ہمیشہ دائیں طرف کے پستان سے ہی دودھ
نوش فرمایا کرتے تھے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ میرا دودھ شریک دوسرا
بچہ بھی موجود ہے۔ بہرحال آپ کی زندگی کا ایک دوسرا واقعہ تحریر کرنا
چاہتا ہوں وہ کچھ یوں ہے۔

غزوہ بدر کے لئے دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی تھیں آپ ﷺ
مجاہدین کی قطاروں کا جائزہ لے رہے تھے ایک نوجوان جس کا نام حضرت

سواد بن عزیہ تھا جوش جہاد میں قطار سے آگے کھڑا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی چھڑی مبارک اسے لگائی اور فرمایا استویا سودا "اے سواد برابر ہو کر کھڑے رہو۔" اس پر حضرت سواد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھے سخت مار ماری ہے اس کا آپ مجھے بدلہ دیں اب میرا انصاف آپ کے ہاتھ ہے۔ آپ نے فوراً وہی چھڑی حضرت سواد کو پکڑا دی اور اپنی قمیض مبارک بھی اتار دی اور فرمایا اے سواد لو تم اپنا بدلہ لے لو۔ یہ سنتے ہی جان نثار سید عالم کے جسم مبارک سے چمٹ کر خود کو آپ کے جسم سے مس کرتے ہیں اور معافی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ "یا رسول اللہ ﷺ میں جنگ میں اپنی جان کی قربانی دینے سے پہلے آپ کے جسد اطہر سے خود کو مس کرنا چاہتا تھا تاکہ قیامت تک اسی نشہ میں معطر رہوں" بہرحال بدلہ کے لئے آپ نے خود کو پیش کر کے بتا دیا کہ عدل کے قیام کے لئے قانون سے بالاتر کوئی بھی نہیں۔ الغرض عدل و انصاف حکومت و سلطنت کی عمارت کا ستون ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان میں بھی عدل نافذ کرنے کی توفیق عنائت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ضیاء القادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قرآن وحدیث سے
رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ
وسلم کے حاکم ومختار وصاحبِ تصرف ہونے
کے ثبوت میں دلائل وبراہین کا عظیم خزانہ
مالک ومختار نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تصنیف
امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ
ملنے کا پتہ
رضا دار الاشاعت ۲۵ نشتر روڈ لاہور
پاکستان فون ۷۶۵۰۴۴۰